معارف کا زرتعاون

ہندوستان میں سالانہ ساٹھ روپے   فی شمارہ پانچ روپے

پاکستان میں سالانہ ایک سو پچاس روپے

دیگر ممالک میں سالانہ   ہوائی ڈاک   پندرہ پونڈ یا چوبیس ڈالر

بحری ڈاک   پانچ پونڈ یا آٹھ ڈالر

پاکستان میں ترسیل زر کا پتہ: حافظ محمد یحییٰ شیرستان بلڈنگ
بالمقابل ایس ایم کالج۔ اسٹریچن روڈ۔ کراچی

- سالانہ چندہ کی رقم منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ کے ذریعہ بھیجیں، بینک ڈرافٹ درج ذیل نام سے بنوائیں:

DARUL MUSANNEFIN SHIBLI ACADEMY AZAMGARH

- رسالہ ہر ماہ کی ۱۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے، اگر کسی مہینہ کے آخر تک رسالہ نہ پہونچے تو اس کی اطلاع اگلے ماہ کے پہلے ہفتہ کے اندر دفتر معارف میں ضرور پہونچ جانی چاہیے، اس کے بعد رسالہ بھیجنا ممکن نہ ہوگا۔
- خط و کتابت کرتے وقت رسالے کے لفافے کے اوپر درج خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
- معارف کی ایجنسی کم از کم پانچ پرچوں کی خریداری پر دی جائے گی۔

کمیشن ۲۵٪ ہوگا ——— رقم پیشگی آنی چاہیے۔

جلد ۱۵۵ ماہ شوال المکرم ۱۴۱۵ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۹۵ء عدد ۳

مضامین

مقالات

معارف کی ڈاک

ادبیات

شذرات

مسلمانوں کی شہرت امن و انصاف پسند، راستباز اور خداترس گروہ کی رہی ہے وہ اپنے ممتاز اوصاف و خصوصیات اور پاکیزہ عادات و اطوار کی بنا پر دوسری قوموں سے علانیہ ممتاز رہے ہیں، انکے ہادی و رہنما (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت ہی اسلیے ہوئی تھی کہ اس خاکدان کو اخلاق ذمیمہ کے خس و خاشاک سے پاک کرکے تمام محاسن اخلاق کے گل و ریحان سے آراستہ کردیں صحابۂ کرام اور سلف صالحین ہر قسم کے فضائل کے جامع اور ہر قسم کے معائب سے متنفر تھے، ظلم و تعدی، جبر و استبداد، تشدد و شرانگیزی کے داغ دھبے انکے دامن پر نہ تھے، انہوں نے قتال و خوں ریزی بھی اسلیے کی کہ شرپسندوں کا خاتمہ کرکے خلق خدا کو راحت دیں، دنیا میں امن و امان قائم کریں، زمین کو فتنہ و فساد سے پاک کریں اور اللہ کے کلمہ کا بول بالا کریں، معاندین اسلام اور متعصب مورخین نے گو انہیں عیوب و قبائح سے متہم کرنا چاہا مگر جب حقائق اور صحیح واقعات سامنے آئے تو وہ کھرے، سچے، بے داغ اور ہر قسم کے عیوب سے بری نکلے۔

لیکن اب مسلمانوں کو تشدد پسند، دہشت گرد، بے رحم، سفاک، شر و فساد برپا کرنیوالا اور ہر عیب اور خرابی کا ذمہ دار قرار دیا جارہا ہے اور بوالعجبی یہ ہے کہ مسلمانوں پر یہ الزام وہ لگارہے ہیں جنکی سرشت میں فتنہ و فساد انگیزی داخل ہے، جنکے دامن مظلوموں اور مجبوروں کے خون ناحق سے رنگین ہیں، جنکی ہوس اقتدار غارتگر اقوام ہے اور جو چھوٹی قوموں کو اپنا لقمۂ تر بنائے ہوئے ہیں، یہ غریبوں کا لہو پی پی کر فربہ ہوئے ہیں، انکے ظلم و تعدی سے سارا عالم چیخ رہا ہے، انکی شرانگیزی سے شیرازۂ عالم درہم برہم اور نظام زندگی بے کیف ہورہا ہے، انکے باطل افکار و خیالات اور فاسد اعمال و کردار نے دنیا کو شر و فساد سے معمور کرکے تباہی و بربادی کے دہانے پر پہنچادیا ہے، یہ قوموں کو گروہوں اور طبقوں میں تقسیم کرکے اور ملکوں کو برسرپیکار کرکے انکا استحصال کررہے ہیں، مسلمان تو انکی "نوازشوں" کا خاص مورد رہے ہیں، ترکی اور سارا عالم اسلام انکی چیرہ دستیوں سے تباہ ہوتا رہا ہے، حال میں کویت و عراق اور پھر بوسنیا اور چیچنیا انکے ظلم و عیاری کا نشانہ بن گئے ہیں اور یہ بھی انکے جبر و استعمار ہی کی ایک قسم ہے کہ خود دنیا میں تشدد اور دہشت گردی پھیلانے کے باوجود اسکا الزام دوسروں پر ڈال رہے ہیں اور انہیں اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع بھی نہیں دیتے۔

گو مغربی اقوام ہی دنیا کی موجودہ شورش اور دہشت گردی کے بڑھتے ہوئے رجحان کی ذمہ دار ہیں تاہم یہ درست ہے کہ

مسلمانوں نے بھی اپنی تصویر بہت خراب کرلی ہے، انکے اصلی امتیازات ختم ہوتے جارہے ہیں، انکی خوبیاں خرابیوں میں، اچھائیاں برائیوں میں اور محاسن رذائل میں تبدیل ہوتے جارہے ہیں، اس طرح اپنے اوپر ظلم و تعدی، شرپسندی اور تشدد کا الزام عائد کرنے کا موقع خود انہوں نے دوسروں کے لیے فراہم کیا ہے، فلسطین اور الجزائر وغیرہ میں استعمار پسندوں نے ان پر جو قیامت ڈھائی ہے وہ ناقابل برداشت اور حد درجہ سنگین ہے، مگر مسلمانوں کی جانب سے مزاحمت کے جو اقدامات کیے جارہے ہیں ان کو بھی مناسب اور دوراندیشی پر مبنی نہیں کہا جاسکتا، جن ملکوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور ان پر ناپسندیدہ مسلمان حکمران مسلط ہوگئے ہیں ان کے معاملے میں یا تو مجرمانہ خاموشی اختیار کرلی گئی ہے یا انکو مغلوب کرکے ان کی حکومتوں پر قابض ہونے کے جو منصوبے اور طریقے اختیار کیے جارہے ہیں، وہ جارحیت، انتہاپسندی اور تشدد کے حدود میں داخل ہوجاتے ہیں، خود ہندوستان میں بعض مسلم تنظیموں اور تحریکوں کا رویہ بھی حکمت و تدبر کے منافی، عجلت پسندی اور افراد کی تربیت کی کمی اور عدم پختگی کا نتیجہ ہے، اسلام کو غالب کرنے کے جوش میں اس سے لوگوں کو متنفر اور برگشتہ کرنا کوئی خوبی نہیں ہے، افراد اور معاشرہ کی اصلاح کے بغیر انقلاب بے سود اور تباہ کن ہوتا ہے، اس طرح کے لوگوں کو جب احساس ناکامی ستاتا ہے تو ان کے اندر غصہ اور جھنجلاہٹ پیدا ہوتی ہے اور وہ باطل سے مقابلے کے لیے تخریب اور شورش و ہنگامہ پسندی پر اتر آتے ہیں، جس سے ان کی تو ان کی خود اسلام کی بدنما اور مضحکہ خیز صورت سامنے آتی ہے۔

سب سے زیادہ دلخراش پہلو یہ ہے کہ خود مسلمان ہی باہم متحارب ہیں، جہاں وہ اقلیت میں ہیں وہاں دوسروں کی جارحیت اور تشدد کے ساتھ خود ان کے باہمی تشدد نے بھی انہیں نیم جاں کردیا ہے، ذات پات، فرقہ و مسلک اور پیشوں کی بنیاد پر ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں، ان کے بڑے بڑے ادارے ان کے اختلافات اور جھگڑوں کی

وجہ سے تباہ ہو رہے ہیں اور جن ملکوں میں ان کی اکثریت ہے وہاں ان چیزوں کے علاوہ علاقائی، لسانی اور قبائلی جھگڑوں نے ان کو خستہ اور چور چور کر ڈالا ہے، روس سے گلو خلاصی کے بعد افغانستان میں اس کی تعمیر و ترقی کے منصوبے بنانے کے بجائے افغانستانی ایک دوسرے کا خون بہانے میں مصروف ہیں، انکی خانہ جنگی اور گروہی جھگڑوں نے زمانۂ جاہلیت کی یاد تازہ کر دی ہے، اس کشمکش اور اقتدار کی جنگ میں وہ طبقہ بھی شریک ہے جو اسلام کا فدائی ہے۔

سب سے برا حال مملکتِ خدا داد کا ہے جو اسلام کے نام پر اور مسلمانوں کو تحفظ دینے کے لیے وجود میں آئی تھی، وہاں نصف صدی گزرنے کے بعد اسلامی تو درکنار کسی طرز کی کوئی مستحکم حکومت قائم نہیں ہوئی، آج کل کراچی مقتل بنا ہوا ہے، جہاں مہاجر و انصار اور شیعہ سنی جھگڑوں میں محتاط اندازے کے مطابق اوسطاً ہر روز چھ آدمی مارے جاتے ہیں، مسجدوں کی حرمت بھی باقی نہیں رہی، ان میں نمازیوں کا قتل عام ہو رہا ہے، گرفتارانِ بوبکرؓ و علیؓ ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ اس تشدد اور خوں ریزی سے ان کی اور ان کے مذہب کی تصویر کیسی بدنما ہو رہی ہے اور یہ بھی غور کریں کہ کہیں وہ کسی سازش کا شکار تو نہیں ہو گئے ہیں۔

---

۹ مارچ کو دارالمصنفین شبلی اکیڈمی کی مجلس عاملہ اور مالیاتی کمیٹی کا ایک مشترکہ جلسہ مجلس عاملہ کے صدر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی صدارت میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہمان خانہ میں ہوا، جس میں ان کے اور خاکسار کے علاوہ مولانا سید محمد رابع ندوی، پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی اور جناب سید شہاب الدین دسنوی شریک ہوئے، اس میں شرکت کے لیے پروفیسر ریاض الرحمن خاں شروانی اور ڈاکٹر سلمان سلطان صاحب کو خاص طور پر دعوت دی گئی تھی، جلسہ میں کئی ضروری اور اہم انتظامی و مالی امور بحث و گفتگو کے بعد طے پائے۔

مقالات

علی بن ربن الطبری کی فردوس الحکمۃ

میں آیوروید پر ایک مقالہ

از ڈاکٹر پروفیسر محمد صابر خاں۔ کلکتہ

(سلسلہ کے لیے دیکھئے معارف جولائی ۱۹۹۰ء)

آیوروید پر مقالہ کے ماخذ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقالہ کے ماخذ کا ذکر کیا جائے جن کے نام شروع میں لیے گئے ہیں۔ الطبری نے ہمیں اطلاع دی ہے کہ ہندوستان کے مشہور عالم طبیب چرک کی کتاب "سمہتا" اور ششرت کی کتاب "سمہتا" کے عربی تراجم سے اس نے استفادہ کیا ہے، ان دو کتابوں کے علاوہ علم الامراض پر مادھوکرا کی کتاب "ندان" اور بھاگ بھٹ کی اشٹنگاہردیہ بھی اس کے ماخذ رہے ہیں۔ عربی میں ان کا چرک ششراد، اسنگر اور ندان کے نام سے ذکر کیا گیا ہے، دراصل الطبری نے چرک اور ششرت اور ندان کی کتابوں کا دو دو بار اور اشٹنگاہردیہ کا صرف ایک بار ذکر کیا ہے۔ وہ اکثر طبیبوں کے نام لیے بغیر صرف قالوا یعنی انھوں نے کہا، لکھنے پر اکتفا کرتا ہے۔ وہ ایک ہندی خاتون طبیب کی کتابوں کا ذکر اس طرح کرتا ہے کہ اس کا یا اس کی کتابوں کے ناموں کا پتہ لگانا دشوار ہے۔ ابن الندیم اور ابن ابی اصیبعہ ایک ہندی خاتون ڈاکٹر روسا الہندیہ کا ذکر امراض نسواں کے ذیل میں کرتے ہیں، غالباً یہ

وہی خاتون طسب ہے جس کا ذکر اس مقالے میں الطبری نے کیا ہے۔ اصول اخلاق کے باب میں لکھا ہے کہ وہ ہندوستا   کی کتابوں سے ماخوذ ہیں، لیکن اس نے مصنفوں یا کتابوں کا نام درج نہیں کیا ہے۔ اس بات کی علمی شہادت موجود ہے کہ اس مقالہ میں ذکر شدہ آیوروید کی چار کتابوں میں سے تین کا عربی ترجمہ الطبری سے قبل ہو چکا تھا۔

ابن الندیم نے دس منجموں اور اطباء کا ذکر اپنی کتاب "الفہرست" میں کیا ہے، جنکی تصانیف تک اسکی رسائی ہوئی تھی۔ ایک دوسری جگہ ایک ذیلی عنوان "ہندی کتب طب کے عربی تراجم" کے تحت اس نے بارہ اطباء اور ان کی تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سُشسرت یا سسرد کی کتاب دس مقالات پر مشتمل تھی جسکا ترجمہ منکا نامی ہندی طبیب نے یحیٰ بن خالد برمکی کے حکم سے کیا تھا۔ استنکر یا اسٹنگر ہردیہ جو کہ اصل میں پورے علم العلاج کا خلاصہ ہے اس کا ترجمہ بغداد کے مستشفی کے ناظم علی ابن دہن نے کیا تھا۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ چرک کی کتاب کا ترجمہ عبداللہ بن علی نے فارسی سے عربی میں کیا تھا اور وہ اس کا ترجمہ سنسکرت سے فارسی میں پہلے ہی کر چکا تھا لیکن یہ وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ "ندان" کا ترجمہ عربی میں کب ہوا اور کس نے کیا۔

مقالہ کے مندرجات کا خلاصہ | مقالہ کے شروع ہی میں الطبری نے جو تبصرے کیے ہیں وہ اس کی اصول پسندی کا ثبوت ہیں؛ اس نے لکھا ہے کہ وہ اسے مناسب سمجھتا ہے کہ اپنی کتاب کے آخر میں ہندی طریقہ علاج کی تفصیل بھی بیان کرے کیونکہ ہندی طبی تصانیف ان کے بنیادی اصول اور ان کی سب دوائیں بہت اعلیٰ ہیں۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ یونانی اور ہندی طریقہ علاج میں بہت سے مسائل میں اختلافات پائے جاتے ہیں اور اس کا مقصد اس مقالے میں ان سے بحث کرنا ہے۔ اپنے خیالات کی بناپر

کسی ایک طریقہ علاج کے حق میں اپنا فیصلہ دینے کے بجائے وہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو منتخب کرنے یا رد کر دینے کا اختیار قاری کو دیتا ہے۔

آیوروید کی ابتدا کے بارے میں اس نے دو رائیں نقل کی ہیں۔ چرک کے قول کے مطابق حسد، لالچ، پریشانی، نفرت، دھوکہ، جھوٹ اور جہالت نے زندگی میں داخل ہو کر عناصر خمسہ میں خلل پیدا کر دیا جس کی وجہ سے جسمانی اور ذہنی بیماریاں پیدا ہونے لگیں۔ دریں حالات علماء و صلحاء کا ایک گروہ اندرا دیوتا کے پاس گیا اور اس سے درخواست کی کہ وہ انہیں آیوروید کی تعلیم دے۔ اس غرض سے وہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر گئے اور اس سے دعا کی کہ بندگان خدا پر اپنی رحمت نازل کرے۔ اس لیے خدا نے انسان کو علم الادویہ سے سرفراز کیا۔ سشسرت کے قول کے مطابق دھنونتری نے یہ فن ایک برہمن سے سیکھا تھا، جس کو یہ طریقہ علاج عطیۂ خدا کی حیثیت سے بذریعۂ الہام معلوم ہوا تھا۔

الطبری نے لکھا ہے کہ فن طب کو آٹھ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ چرک اور سشسرت کی تصانیف میں بھی آٹھ حصے پائے جاتے ہیں اور الطبری کے یہ آٹھ حصے چرک اور سشسرت سے مطابقت رکھتے ہیں۔ الطبری کے قول کے بموجب یہ آٹھ حصے (ابواب) حسب ذیل ہیں:

۱۔ علاج امراض اطفال و نسواں وغیرہ۔

۲۔ علاج امراض چشم۔

۳۔ علاج امراض بدن

۴۔ فصد خون اور مرہم کا استعمال۔

۵۔ علاج السموم اور زہریلے جانوروں کے کاٹنے کا علاج تریاق اور جھاڑ پھونک اور تعویذ، گنڈے کے ذریعے۔

۶۔ جنسی امراض کا علاج اور وہ ادویہ جو جنسی طاقت کو بڑھاتے ہیں۔

۷۔ جوانی اور اس کی تقویت و تحفظ کے طریقے۔

۸۔ جادو منتر کے ذریعے بھوت، شیطان اور خبیث روحوں کو بھگانا۔
(مقالے کا باب ۲)

فن طب کے طالبعلموں کے بارے میں الطبری نے لکھا ہے کہ ان میں مندرجہ ذیل خصوصیات ہونی چاہئیں۔ طالبعلم خوبصورت، عقلمند، زیرک، صاحب عزت، ہمدرد، سخی، دبلا پتلا، مصیبتوں پر صابر و شاکر، خواہشات اور حسد کے جذبات سے مبرا، خود پسندی سے دور، بدکاری، جھوٹ، غصہ، کاہلی اور چغل خوری جیسی برائیوں سے پاک ہونا چاہیے (مقالے کا باب ۳)

الطبری نے لکھا ہے کہ آیوروید کے مطابق تین اخلاط ہوتے ہیں جنھیں وہ تردوشا کہتے ہیں۔ "کف یعنی بلغم"، "وایو یا ریح یا واتا یا ہوا"، "پتا یا مرّہ" یا صفرا"۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ جسم انسانی میں پانچ بنیادی عناصر ہوتے ہیں۔ پرتھوی یا ارض یا زمین، ماریا آپس یا پانی، تیجس یا نار یا آگ، وایو یا ریح یا ہوا، آکاش یا ایتھر۔

مصنف نے لکھا ہے کہ ندان کی تحریر کے بموجب جسم کا وجود اور اس کا تحفظ تین اخلاط دوس یا دوسا ان کے علاوہ سات اجزائے جسمانی جیسے دھاتو یا دھات اور تین اجزائے استفراغ کا مرہون منت ہے جسے مل یا ملس کہتے ہیں۔ تین دوسا کا ذکر اوپر گزر چکا ہے، یعنی بلغم ریح اور صفرا اور وہ سات دھاتو وہ بنیادی اجزاء

ہیں جن کا تعلق بلغم کے فعل سے ہے وہ اجزا اور یہ ہیں (۱) راسا یا غذا یا کھانا (۲) رکتو یا دم یا خون (۳) مانگسو یا لحم یا گوشت (۴) میداس یا الشحم یا چربی (۵) استھی یا العظم یا ہڈیاں (۶) مجا یا المخ یا گودا (۷) سکرا یا یا الزرع یا منی ملس یا استفراغ کے اشیاء یہ ہیں۔
(۱) الرجی یا فضلہ (۲) البول یا پیشاب (۳) العرق یا پسینہ (۴) المخط یا جھلی (۵) الریق یا تھوک یا اسی طرح کی دوسری چیزیں (باب نمبر ۶)

ایک طویل باب میں شہر کے مبادیات صحت، اصول صفائی اور صبح سے لے کر دیر رات تک معمولات زندگی کا بیان ہے جن میں مسواک سے دانتوں کی صفائی، آنکھوں میں سرمہ لگانا اور ناک میں گرم روغن دینا عطریات کا استعمال صلحا اور بزرگوں سے ملاقات، کسب معاش کے لیے محنت اور جسمانی ورزش شامل ہیں، موسم گرما میں سرد پانی سے غسل اور سرما میں گرم پانی سے غسل اور صرف بھوک لگنے ہی پر کھانے کا بیان ہے (باب ہشتم)

اس سلسلے میں ایک مختصر باب میں چودہ غیر ضروری اشیا اور طبعی خواہشات کا بیان ہے جن کی تکمیل ضروری ہے کیونکہ ان کو روکنے سے جسم کو غیر معمولی نقصان پہنچتا ہے ان کی تفصیل یہ ہے (۱) پیشاب (۲) فضلہ (۳) بدبودار ریاح (۴) چھینک (۵) ڈکار (۶) کھانے کی بھوک (۷) پیاس (۸) کھانسی (۹) قے (۱۰) شہوت سے انزال (۱۱) نیند (۱۲) پسینہ (۱۳) رطوبات دماغی (باب نہم) (۱۴) جنسی قوت۔

اس مقالہ کے ایک باب میں طویل زندگی اور فوری موت کی علامتوں اور امراض کی تعریف کا بیان ہے (باب ۳۲)

سات ابواب میں رقیق اور ٹھوس غذاؤں کی صفات و خصوصیات نیز خوراک

کی مقدار کا بیان ہے۔ ذائقہ کی چھ قسمیں ہیں۔ (۱) مدہر یا شیریں (۲) آملہ یا ترش (۳) لبن یا نمکین (۴) کاٹو یا چرچرا (۵) تکت یعنی تلخ (۶) کسایا یا کسیلہ۔ ان سب میں شیریں چیزیں انسانی جسم کے لیے مفید ترین ہیں (باب ۱۲)

ایک مختصر باب میں پیاس لگنے کے اسباب کا بیان ہے جس میں گرمی کا خاص طور سے ذکر ہے۔ ایک دوسرے باب میں مختلف قسم کے کھانوں کی بسیار خوری اور مشروبات کی زیادتی کا صحت مند انسان پر نقصانات کا بیان ہے اس میں یہ کہا گیا ہے کہ بسیار خوری اور بسیار نوشی سے غذا اور پانی زہر میں تبدیل ہو جاتے ہیں (باب ۱۰)

ایک مختصر باب میں دواؤں کے درمیان ترجیحات کا بیان ہے۔

ایک باب پانی پر ہے جس میں دریائی پانی اور سمندری پانی یعنی میٹھے یا کھارے پانی میں فرق کیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر بارش دریائی پانی کے ابخرات سے ہو تو یہ بہترین پانی ہے۔ ایک نصیحت یہ کی گئی ہے کہ پانی ہمیشہ ابال کر پینا چاہیے اور یہ کہ یہ نہ زیادہ ٹھنڈا ہو اور نہ زیادہ گرم۔ امراض طحال، یرقان، استسقاء، درد شکم یا پھوڑے والے مریضوں کو ٹھنڈا پانی استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ کھانے کے دوران ٹھنڈا پانی پینا روح کو فرحت بخشتا ہے اور صحت اور ہضم کے لیے مفید ہے (باب ۱۱)

یہ کہا گیا ہے کہ شراب نوشی کا ایک موسم ہوتا ہے۔ اس بات کی ہدایت کی گئی ہے کہ کن غذاؤں کے ساتھ کن مشروبات اور کن مشروبات کے ساتھ کن غذاؤں کا استعمال ہونا چاہیے۔ اس کے بعد شراب نوشی کے نقصانات کا بیان ہے اور اس بارے میں اقوال کا مشورہ دیا گیا ہے۔ آیوروید کے نزدیک پاکباز لوگوں۔ ویدوں۔ حکمرانوں سپاہیوں اور بھوکوں کو شراب سے پرہیز کرنا چاہیے، شراب کے نقصانات اور

اس کے فوائد مساوی ہیں۔ دراصل اس کا نقصان اس کے غیر محدود استعمال اور استعمال کنندہ کی قوت برداشت کی زیادتی یا کمی پر منحصر ہے۔ (ابواب ۱۴، ۱۵)

دودھ کے اقسام اور تجزیہ کے بیان میں مصنف لکھتا ہے کہ گائے کا دودھ بہترین ہے لیکن بھینس کا دودھ بھی اگرچہ مزاجاً سرد ہوتا ہے فائدہ میں گائے کے دودھ کے مساوی ہے۔ موخر الذکر دودھ سل یا دق، دمہ، نقرس اور پرانے بخار کے لیے مفید ہے۔ اسکے بعد بھیڑ اور اونٹ کے دودھ کے فوائد اور نقصانات کا ذکر ہے (باب ۷)

الطبری نے موسموں اور بارہ منطقۃ البروج کی بارہ علامات کا ذکر کیا ہے اور اس کی تشریح کی ہے کہ ان کا کیا اثر موسموں پر ہوتا ہے، اس نے لکھا ہے کہ دو مخصوص کواکب ہر موسم پر اثر انداز ہوتے ہیں (باب ۱۷)

ایک باب میں علم افعال اعضاء اور علم الجنین کے ذیل میں تخلیق آدم اور جانوروں کی پیدائش نیز ان کے جنین اور اس کے اجزائے منقسمہ کی بحث ہے۔ طریق پیدائش کے اعتبار سے یہ چار نوع پر ہیں۔ ولادت بذریعہ رحم، انڈوں سے اخراج یا بیج پھاڑ کر نکلنا اور کوڑے کرکٹ اور پسینہ سے پیدا ہونا۔ چرک کی کتاب "[illegible]" کے مصنف نے ان طریقوں کو JARIYUJA، ANDAJA، UDBHIJJA اور SVEDAJA کا نام دیا ہے۔ (باب ۵)

کہا جاتا ہے کہ انسان کی تخلیق پانچ بنیادی عناصر سے ہوئی ہے اور اس کا جسم بلغم، صفراء اور ریح کا مرکب ہے، جو کھانا انسان کھاتا ہے وہ ہضم ہونے کے بعد خون میں تبدیل ہوتا ہے۔ خون سے عضلات بنتے ہیں، عضلات سے شحم (چربی) تیار ہوتی ہے چربی ہڈی کی شکل اختیار کرتی ہے جو گودے میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اس گودے

سے مادہ تولید اور تخم منویہ تشکیل پاتے ہیں (باب ۶)

امراض کے علم اور ان کے علاج کے لیے دیوتاؤں کو جو الہام نازل ہوا تھا اس کے بموجب مرض کا ایک سبب اخلاط ثلاثہ کے تناسب کا بگڑ جانا ہے۔

الطبری لکھتا ہے کہ کتاب "ندان" کے موجب امراض کے سات مختلف اسباب ہیں۔ پہلا سبب وراثت ہے جیسے مرض جذام یا بواسیر دوسرا سبب خلقی (پیدائشی) ہے۔ اعضاء کی زیادتی یا کمی ان کے اعداد اور ناپ کے مطابق اخلاط کی کمی سے بھی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں' ذہنی امراض جیسے افسوس غصہ اور محبت نفسیاتی اسباب کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ سردی یا گرمی کی شدت بھی امراض کا سبب ہوتی ہے۔ تکان ناقابل برداشت پریشانی اور خوف بھی امراض کے سبب ہیں۔ وبائیں جیسے چیچک اور طاعون وغیرہ کا ظہور عذاب الٰہی کے سبب ہوتا ہے۔ لیکن ایک عارضہ جسے اللہ نے ہر ایک کے لیے مقرر کر دیا ہے اور جس کا کوئی علاج نہیں وہ کہولت یا شیخوخت ہے جس کا انجام موت ہے۔ مرض کا ایک خارجی سبب بھوت پریت یا شیطان کے قبضے میں آ جانا یا آگ سے جل جانا ہے، موت کی دو قسمیں ہیں ایک فوری ہے خواہ انسان نے آفات ارضی وسماوی سے بچنے کے لیے ہر طرح کے انتظامات کیوں نہ کر رکھے ہوں جیسے حادثات۔ حادثاتی موت ایسی اچانک اور اتفاقی ہوتی ہے کہ جس کا پہلے سے گمان نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرا سبب خارج سے پیدا ہوتا ہے، جیسے نامعلوم جگہوں سے پتھروں کی بارش یا درندوں کا حملہ یا اسی قبیل کے دوسرے طریقے۔ چرک کے بتلائے ہوئے دوسرے اسباب امراض کا ذکر بھی الطبری نے کیا ہے (باب ۱۹)

ایک باب امراض کے مدارج اور اس کی بیش بینی پر مشتمل ہے۔ امراض صحت یابی

کے اعتبار سے چار انواع پر منقسم کیے جا سکتے ہیں اول وہ جنھیں جلد شفا ہو جاتی ہے اور دوم وہ جن میں صحتیابی کے لیے طویل وقت درکار ہوتا ہے اور سوم وہ بیماری جن پر دوا کا کوئی اثر نہیں ہوتا چہارم وہ جو لاعلاج ہیں اور یہ کہ اللہ کی مرضی اس کے شامل حال ہو۔ جلد شفا کا طلبگار مریض معالج کی ہدایت کا پابند ہوتا ہے اور اس کی رائے پسند کرتا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو بوڑھا نہیں بلکہ جوان ہے اور بسیار خور نہیں ہے۔ اس کا مرض نہ ہی قابل انتقال ہے نہ مزمن اور وہ خلط جو سبب مرض ہے ملک کے موسم اور مزاج سے مطابقت نہیں رکھتا ہے۔

مریض کی کیفیت معلوم کرنے کے تین ذرائع ہیں۔ مشاہدہ لمس اور سوالات مشاہدہ سے مراد مریض کے جسم کا رنگ دیکھنا، اس کے حواس کا امتحان لینا، مرض کا ٹٹولنا اور دوسری ظاہری علامات کا معائنہ کرنا ہے۔ لمس سے مراد جسم کی حرارت یا برودت اور اس کی ملائمیت یا سختی کا اندازہ لگانا ہے۔ سوالات کے ذریعہ اسباب مرض کا تعین نیز بحران کے وقفہ اور مریض کی قوت وضعف کے اندازہ کے علاوہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کون کون سی غذائیں اور مشروبات مریض کی طبیعت سے مناسبت رکھتی ہیں۔ نیز یہ کہ اس سلسلے میں کیا کیا احتیاطی تدابیر اختیار کرنی چاہییں۔ ان باتوں کی تحقیق ہو جانے کے بعد غیر تناسب خلط کی تعدیل کے لیے علاج شروع کرنا چاہیے۔ ان سب پر ملک کی مخصوص آب و ہوا کا خیال رکھنا ضروری ہے (باب ۲)

ان امراض پر بھی بحث کی گئی ہے۔ جو ریاح کے دباؤ سے پیدا ہوتے ہیں اور یہ کن کن اوقات میں ان کا وقوع ہوتا ہے یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کا سبب خشک غذاؤں کا استعمال ہے' اس قبض کے دوسرے اسباب یہ ہیں کم غذا کھانا، بہت زیادہ گفتگو کرنا

غصہ، بول کو دبائے رکھنا بھوسی والے اناج کا استعمال کرنا، بہت زیادہ پانی پینا، کثرتِ مطالعہ، کثرت جماع بہت زیادہ رونا اور رات میں تاخیر سے کھانا کھانے کی عادت بھی ہے، دوسرے دو اخلاط بلغم اور صفراء کے دباؤ کے اوقات اور ان کے نقصانات کا بھی ذکر ہے اس قسم کے دباؤ کے اسباب وہ رقیق اور ٹھوس غذائیں ہیں جن سے یہ مرض ہوتا ہے یہ بھی زیر بحث آئے ہیں، مختلف موسم یا رات یا دن کا وہ حصہ جب کہ ان اخلاط میں دباؤ کا ظہور ہوتا ہے اس بحث میں مذکور ہیں۔

ایک باب میں کئی خلط کے کثرت غلبہ پر بحث کی گئی ہے، غلبۂ ریاح کی وجہ سے بدن دبلا ہونا، سیاہی کا چھا جانا، اختلاج قلب، کثرت افسردگی، قلت نوم اور خوف غالب آجاتے ہیں، جسم کا زرد ہو جانا، ضعف قلب، ٹھنڈی چیزوں کی خواہش، تلخیِ دہن، کثرت آب نوشی، بے خوابی، ضد اور گرم مزاجی غلبہ صفراء کی دلیل ہے، غلبۂ بلغم کی علامات، سفیدی بدن، جسم کا ٹھنڈا اور بھاری ہو جانا، حواس کا تعطل، افعال جسمانی میں اختلال، کثرت نوم، کھانسی دمہ اور ملی ہیں۔ سرخی بدن، زیادہ ہنسی، اظہار خوشی، کثرتِ خون کی علامات ہیں (ابواب ۲۲، ۲۳)

علاج الامراض پر کئی ابواب ہیں۔ مقالہ کی ابتداء میں ایک باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ مریض کا علاج عجلت میں شروع نہ کرنا چاہیے۔ علاج کے فن میں کافی علم و تجربہ اور مختلف دواؤں کی خاصیت کے بارے میں کافی معلومات حاصل کیے بغیر کبھی علاج شروع نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ ایک جاہل شخص کے ہاتھ میں دوا سمِ قاتل ہے۔ صحیح مقدار اور مناسب وقت میں نہ دیے جانے سے دوا سمِ قاتل کا کام کرتی ہے۔ اسکے برخلاف ایک تجربہ کار طبیب کے ہاتھوں سے زہر بھی تریاق کا کام کرتا ہے۔ وہ کسی

درخت کی چھال کو سفوف کرتا ہے اور اسے کسی دوسری جڑی بوٹی کے ساتھ ملاتا ہے، تو اس کا نتیجہ شفائے کلی کا حصول ہے (باب ۴)

مختلف ابواب میں بہت سے امراض کی ماہیت کا بیان ہے۔ مثال کے طور پر کھانسی، کالی کھانسی، دست، سل و دق، مختلف قسم کے بخار اور امراض نسواں کی علامات اور ان کے علاج بیان کیے گئے ہیں۔

طریق علاج کے اختیار میں الطبری روحانی اور جسمانی امراض میں فرق کرتا ہے۔ روحانی امراض کے علاج کا مقصد سکون اور خوشی حاصل کرنا ہے، میٹھی باتوں سے اسکے رنج و خوف کو دور کرنا ہے۔ زبانی دعاؤں اور تحریر کردہ تعویذات سے بھی روح کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور وہ زندگی کی امید کرنے لگتا ہے۔

جسمانی امراض کا علاج جڑی بوٹی، دوائیوں سے اور مناسب اغذیہ سے ہوتا ہے۔ ہر علاج دو طرح کا ہوتا ہے۔ غلاظت کا تصفیہ اور تسکین۔ تصفیہ کی چار قسمیں ہیں، قے کرانا، مسہلات دینا، ختنہ کرانا، چھینک لانے والی دوائیں مثلاً ناس کا استعمال کرانا۔ تسکین دینے کی سات قسمیں ہیں۔ معدہ کی گرمی کو بڑھانا، مریض کو بھوکا یا پیاسا رکھنا، تکان پیدا کرنا (زیادہ محنت کے ذریعہ) یا حسب ضرورت سکون دینا (آرام کی تلقین کرکے)، یا کسی ایسی جگہ بٹھانا جس کی فضا خوشبودار ہو، اگر مرض کا سبب رنج یا فضائی آلودگی یا آسیب کی شرارت ہو تو اس کا علاج مسلسل دعا، محتاجوں میں خیرات کی تقسیم اور غریبوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار، ان جنسی افعال سے پرہیز جن کی خدا نے ممانعت کی ہے اور اوراد و وظائف کا استعمال ہیں (باب ۲۴)

دو مختلف ابواب کھانسی اور کالی کھانسی کی علامات، اسباب اور ان کے

علاج پر مشتمل ہیں۔ اس نے لکھا ہے کہ کھانسی کے اسباب میں ریح کا دباؤ، صفراء،
بلغم ہے۔ اس کے بعد اخلاط ثلاثہ کا دباؤ اور ان کے تین طرح کے مختلف اثرات اور
اسباب پر گفتگو کی گئی ہے۔ مثلاً ہڈیوں اور پٹھوں کا اترنا ہے یا زخم لگنا ہے۔ صرع
(مرگی)، اپنی طاقت سے زیادہ بوجھ اٹھانا، کثرت مطالعہ اور کثرت جماع ہیں۔ علاج کے
لیے عام مشورہ اس سلسلے میں یہ ہے کہ ماہیئت مرض کے مزاج کے خلاف ادویہ کا
استعمال کیا جائے (باب ۲۶)

کالی کھانسی کے علاج میں تجویز کیا گیا ہے کہ کسی چوپایہ کی ہڈی ساہی (خارپشت)، کا
کانٹا یا مور کا پر جلا کر اس کی راکھ کو شہد میں ملا کر چاٹ لیا جائے اس کا دوسرا علاج یہ
ہے کہ ادرک کے پانی کو گنے کے رس میں ملا کر پیا جائے اور ہر گھونٹ کے بعد ایک
منہ بھر بکری کا گرم دودھ بھی پی لیا جائے (باب ۲۵)

ایک الگ باب میں دست اور سل کے امراض کی تفصیل ہے۔ اسہال کے
اسباب ضعف، پیٹ درد، ناف کے اطراف کا درد، ہاضمہ کی خرابی اور کبھی کبھی صدمہ اور
خوف ہیں۔ سل کی علامات خواب میں چڑیوں اور بندروں کو دیکھنا اور بیداری کی حالت
میں خشک مچھلیوں کا تصور ہوتا ہے، اس کے اسباب کثرت جماع صدمہ، سخت محنت، لڑائی
جھگڑا اور غربت ہیں، اس کی وجہ سے قلب[1] کی کچھ رگیں بند ہو جاتی ہیں اور قرحہ
نمودار ہو جاتا ہے (باب ۲۸)

دو ابواب بخار کی قسمیں، ان کی علامات اور علاج پر مشتمل ہیں۔ بخار کے
اسباب ریح، صفراء، بلغم، تکان، غصہ، خوف، محبت، لذت کوشی، جادو، لو لگنا،

[1] قلب (دل) سے مراد غالباً پھیپھڑے ہیں

اور والدین یا بزرگوں کی بد دعا ہوا کرتے ہیں۔ مصنف نے بخار کے مختلف اسباب اور
علامات کا ذکر کیا ہے۔ چوتھیا (اور تیجا) بخار کی علامات درد کمر، وجع القطن، عضلات کا
درد، انشائے سر درد، بطن کی چبھن، ثقل اذن (درد گوش)، اور اطراف کی سختی ہے۔ جسم کا
درجۂ حرارت کبھی کم اور زیادہ ہوتا رہتا ہے۔ اخلاط ثلاثہ کے اختلال کے باعث پیدا ہونے
والے بخاروں پر بھی تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ (باب ۲۹)

بخاروں کے علاج میں اسباب کے مخالف مزاج کی حامل ادویہ اور اغذیہ سے
مدد لینا چاہیے۔ صفراء سبب ہونے والے بخار کا علاج تلخ دواؤں سے اور بلغمی بخار کا علاج
حموضات سے ہونا چاہیے۔ الطبری نے اس طرح ہندی اطباء کے طریق علاج کی تفصیل
دی ہے۔ چوتھیا بخار کا علاج خدا کی عبادت، والدین کے ساتھ حسن سلوک، بڑوں
(بزرگوں) اور قابل احترام شخصیتوں سے ملاقات، الہامی کتب کی تلاوت، صدقات اور
پاک ادویہ کے استعمال سے ہونا چاہیے۔ جادو ٹونا یا بد دعا کے اثرات سے پیدا ہونے
والے بخار کا علاج چھومنتر، تلاوت و عبادت خشوع و خضوع کے ساتھ بجالانا ہے،
بخار کے دو مرکب نسخہ جات بھی مذکور ہیں۔ نسخہ نمبر ایک سم الفار سرخ، نمک لاہوری،
مرچ سیاہ، مسحوق (مثل سرمہ) ہم وزن تیل میں ملا کر مرہم بنائیں۔ نسخہ نمبر ۲ ہینگ
شحم اسد (شیر کی چربی) ہم وزن لے کر قدرے نمک لاہوری سفوف مثل سرمہ کے باہم
آمیز کریں۔ یہ ادویہ بخار کے مریضوں کی آنکھ میں لگائیں۔ (باب ۳۰)

نسخہ جات مشمولہ مفردات و مرکبات برائے علاج اسہال، قے اور بخاروں کے
علاج کے لیے درج کیے گئے ہیں (باب ۳۴)

ایک باب جریان خون (سیلان الدم) اور اس کو روکنے کی تدابیر پر ہے (باب ۳۱)

چہرہ کی صفائی (غازہ جات) اور فم رحم کی بیماریوں کا بیان قدرے مفصل ہے۔

فم رحم کے امراض کے لیے کہا گیا ہے کہ خشک پتوں (LIGRUS) کو باریک سفوف کر کے گائے کے گھی یا مکھن میں ملا کر رات میں مسلسل استعمال کیا جائے۔ یا صبح کے وقت نہار منہ برگ فرنشک سبز کو شاہ افرم کے ساتھ کوٹ کر اس کے عرق میں چار تولہ (آٹھ متقال: عربی)، شکر آمیز کر کے قدرے صاف پانی ملا کر تین دن تک پلائیں کثرت حیض، استحاضہ اور کثرت نفاس نیز رد بکارت کے لیے مفرد اور مرکب ادویہ کے نسخے دیے گئے ہیں۔ رحم کے دوسرے عوارض اور اندام نہانی کی بدبو دور کرنے کے لیے بھی نسخے تجویز کیے گئے ہیں۔

عورت کی بے رغبتی کو دور کرنے کے لیے اور شوہر کی بیوی سے محبت کو بڑھانے کے لیے خوشبویات کا استعمال مفید بتایا گیا ہے۔ استقرار حمل اور توأم پیدائش کے لیے بھی کچھ ادویہ کی نشاندہی کی گئی ہے۔

چہرے کے حسن اور رنگ کو نکھار کر ماہ رو یا شعلہ رو بنانے کے لیے غازے کے نسخے بھی ہیں۔ یہ نسخے ایک ہندی طبیہ کی کتاب کی بنیاد پر تجویز کیے گئے ہیں۔ جسکی شناخت ہنوز باقی ہے (باب ۳۵)

ایک باب امراض کی تعریف، طوالت زندگی اور عاجلانہ موت پر مشتمل ہے لمبی زندگی کی طبعی علامتوں کا ذکر کرتے ہوئے الطبری رقمطراز ہے۔ اگر کوئی شخص سخاوت، عفت، حق گوئی اور مساوات پر کاربند ہو نیز فلاح عامہ کے لیے خود کو وقف کر دے تو اپنے ہمعصروں کے مقابلے میں اس کی زندگی طویل ہو سکتی ہے۔ قرب موت

کی علامات میں عام جسمانی حالت میں تغیر، مریض کی ظاہری صفات میں خلل کا واقع ہونا اور خصوصیت سے اعضائے جسمانی کی تبدیلی شکل ہے (باب ۳۲)

ایک باب میں ان اخلاقی اصول اور اقوال دانش کا تذکرہ ہے جو حفظ صحت کے ضامن ہیں۔ یہ ہندی اطباء کے منکرات و منہیات کے اقوال کا نچوڑ ہے۔ لکھا گیا ہے کہ کسی بھی عقلمند کو سورج کے طلوع ہونے کے وقت کھانے، سونے اور جماع کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اس کے بجائے طلوع و غروب آفتاب کے وقت اسے عبادت کرنا چاہیے، جس شہر میں چار چیزیں نہ پائی جائیں وہاں اسے قیام کرنے سے گریز کرنا چاہیے (۱) منصف حاکم (۲) تجربہ کار طبیب (۳) ادویہ اور (۴) آب رواں (دریا) بددیانتی (ناجائز طریقوں سے) اور قابل اعتراض ذرائع آمدنی اختیار نہ کرنا چاہیے۔

قول کے مطابق گناہوں کے بنیادی اسباب ہاتھ، زبان اور ذہن (دل) کی مدد سے انجام دیے جانے والے دس افعال ہیں۔ ہاتھ سے انجام دیے جانے والے افعال قبیحہ ہیں۔ قتل[۱] اور چوری[۲]۔ زبان کے منکرات ہیں، چغلی[۳] کھانا، جھوٹ[۴] بولنا، دوسروں کی تضحیک[۵] کرنا اور گالیاں دینا اور جھوٹی[۶] گواہی دینا ذہن اور دل کا گناہ ہے۔ اللہ بزرگ و برتر کے ساتھ بداعتقادی[۷]، حسد[۸]، دشمنی[۹] اور بدنیتی[۱۰] (گناہ کرنے کی نیت) ہر شخص کو ان افعال قبیح سے نہ صرف بچنا چاہیے بلکہ ان لوگوں سے بھی پرہیز و گریز کرنا چاہیے جن کی ذات سے ان افعال قبیحہ کا صدور ممکن ہے (باب ۱۸)

ایک باب میں بھوتوں اور پریوں کا تذکرہ ہے جنھیں بہت سی بیماریوں کا سبب گردانا گیا ہے۔ یہ تاریک اور الگ تھلگ گوشوں، کھنڈرات، قبرستان یا شکستہ معابد میں بسیرا کرتے ہیں۔ چودھویں یا تیرھویں شب میں جب چاند اپنے شباب پر

ہوتا ہے یہ اپنے شکار پر قبضہ کرتے ہیں۔ اوپر کے فساد کی، بچوں اور بڑوں میں علامات کا تذکرہ کرنے کے بعد ان بھوت پریتوں کو بھگانے کے لیے دوائیں بھی تجویز کی گئی ہیں حشرات الارض کو بھی اسی زمرے میں شمار کیا گیا ہے اور ان کو بھگانے کی ترکیبیں بتائی گئی ہیں۔ مصنف (الطبری) نے بہرحال یہ بات واضح کر دی ہے کہ وہ اس قبیل کی بہت سی باتوں پر خود یقین نہیں رکھتا۔

آخری طویل ترین باب دوا سازی اور مرکبات تیار کرنے کے طریق پر ہے۔ مصنف بہت سی ہندی دواؤں کے نام گنواتا ہے اور ان ادویہ کے اجزائے ترکیبی کا جدول بھی فراہم کرتا ہے جس کی شکل شطرنج کی بازی کی طرح ہوتی ہے پہلی مرکب دوا کایا کلپ اور قوت تولید کے لیے ہے جس کے گیارہ اجزا ہیں۔ اس بیش قیمت دوا (برہمی رسائن) کے فوائد کی تشریح کی گئی ہے۔ دوسری دواؤں کے ساتھ اس کو آمیز کرنے سے بوڑھوں کو جوان کیا جا سکتا ہے۔ جسم پر اس کے استعمال سے چربی آجاتی ہے۔ اس کے بعد سلاجیت اور اس کو مصفا کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ فولاد (لوہا) نقرہ (چاندی) اور طلاء (سونا) کو کشتہ کرنے کی ترکیب لکھی گئی ہے۔ مہدیانہ یا انوشدارا (انوشدارو) کے اجزاء اور ترکیب تیاری کا بیان ہے جو ایک مقوی بدن اور مقوی قلب دوا ہے۔ (باب ۳۷-۳۸)

حواشی و تعلیقات

لہ دیکھیے ابن ابی اصیبعہ کی عیون الانباء فی طبقات الاطباء کا باب اطبائے ہند۔ بیروت۔ مطبوعہ بار دیگر از نزار رضا (۱۹۶۵ء صفحہ ۷۹۲، صفحات ۴۷۳-۷۷۴) اس کے بارے میں راقم کا مضمون بعنوان "A ARABIC SOUR E FOR NDIAN

JOURNAL- مطبوعہ THE HISTORY OF INDIAN MEDICINE Vol. XVI/I PP 43-56 OF HISTORY OF SCIENCE. NEW DELHI- برائے مئی ۱۹۸۱ء ملاحظہ فرمائیے۔ ۲ے دیکھیے "فردوس الحکمۃ از علی ابن ربن الطبری" مرتبہ ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی (برلن SONNE PRESS ۱۹۲۸ء) ص X + ۶۴۴ ص تا اگ۔ آیوروید پر یہ مقالہ اس ایڈیشن کے صفحات ۵۵۰ تا ۶۴۴ پر درج ہے ۳ے آیورویدک کتابوں کے حوالوں کے لیے دیکھیے حکیم ابوبکر محمد بن زکریا الرازی کی معجم الطب "موسومہ الحاوی" جس کی ۲۳ جلدیں اب تک شائع ہو چکی ہیں اور ابو علی ابن سینا (م ۴۲۸ھ / ۱۰۳۷ء) کی "القانون فی الطب" نیز دیگر اطبا کی تصنیفات برامکہ اور خصوصیت کے ساتھ یحییٰ ابن خالد برمکی (م ۱۹۰ھ / ۸۰۵-۸۰۶ء) کے ہندی پنڈتوں کو بغداد مدعو کرنے کے بارے میں دیکھیے ابن الندیم کی "کتاب الفہرست" مرتبہ گستاؤ فلوجل (۱۸۷۲- LEIPZIG۔ طبع دیگر۔ بیروت۔ تاریخ مذکور نہیں)۔ مزید دیکھیے۔ ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی کی "ARABIC & PERSIAN MEDICAL LITERATURE (کلکتہ ۱۹۵۹ء باب چہارم، ص ۳۰ تا ۴۵) ۵ے حوالہ مذکور جلد ۱ صفحہ ۲۹۶ یہاں اسے "علی ابن زیل" لکھا گیا ہے "تو ربن" کی بگڑی ہوئی شکل ہے F. WUSTENFELD جلد ۳ ص ۵۰۷ (LEIPZIG 1868) نے بھی اسے بجائے ربن کے "زین" پڑھا ہے۔ دیکھیے اس کی تحقیق و ترتیب شدہ "معجم البلدان" از یاقوت الحموی جلد ۲ ص ۶۰۸ ۶ے مرتبہ محمد کرد علی (دمشق ۱۳۶۵/ ۱۹۴۶ء) ص ۲۲-۲۳) مرتبہ نے صفحہ ۲۲ کے فٹ نوٹ پر خلیل ابن ایبک الصفدی (م ۷۶۴ھ / ۱۳۶۳ء) کی کتاب "نکت الہمیان فی نکت العمیان" کے حوالے سے لکھا ہے کہ رازی کی طرح الطبری بھی اندھا ہو گیا تھا۔ اس نے اس کے اندھا ہونے کا قصہ بھی بیان کیا ہے ۷ے ارشاد الاریب مرتبہ ڈی۔ ایس مارگو لیوتھ ہفت مجلدات GMS VI (1907-1927) Vol II PG 279-

Vol II PG 429 دونوں جگہوں پر مرتب نے ربن کے بجائے "زین" ہی لکھا ہے۔ ۷ہ
تاریخ الحکماء از JULIUS LIPPERT (LEIPZIG 1320 (1903) صفحہ ۲۳۱
۸ہ حاشیہ نمبر ۱ کا مذکور ایڈیشن صفحہ ۱۴۴ اس کا صحیح نام اور مختصر سوانح حیات ابن الندیم سے مستعار
ہے ۹ہ سہل اور اس کے عدیم المثال فرزند علی کے زمانہ کی تاریخ کے لیے دیکھئے تاریخ طبرستان
از بہاء الدین ابن اسفندیار مرتبہ عباس اقبال (تہران ۱۳۲۰ شمسی) جلد اول صفحات ۷۲، ۹۰،
۹۱، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲ تا ۲۴۳ ۱۰ہ دیکھئے فردوس الحکمۃ صفحہ ۱ جس میں الطبری لکھتا ہے کہ اسکے
والد کو فلسفہ میں دلچسپی تھی اور اس کے آباء مطب کیا کرتے تھے ۱۱ہ ابن اسفندیار کتاب مذکور صفحہ ۱۳۰
۱۲ہ ابن الندیم (مقام مذکور پر) لکھتا ہے کہ اس نے خلیفہ معتصم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا جسکی تائید
ابن القفطی نے بھی کی ہے، ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی (دیکھئے حوالہ مذکور ص ۴۶ تا ۵۴) نے الطبری کے حالات
زندگی اور اس کے عہد کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اس سلسلہ میں محمود نجم آبادی کی تصنیف تاریخ
طب در ایران پس از اسلام (تہران ۱۳۵۳ شمسی) صفحات ۳۱۶ تا ۳۲۴ بھی ملاحظہ کیجئے۔ ملاحظہ
ہو "کتاب الدین والدولہ" مصنفہ علی الطبری (مانچسٹر یونیورسٹی پریس ۱۹۲۲ء) ص ۱۴۴
اس کے متن کی تحقیق و ترتیب ALPHONSO MINGAUA نے JOHN RYLAN-
DS LIBRARY MAUDIESTER کے ایک نادر مخطوطہ سے کی ہے (قاہرہ۔ المطبعۃ
المقتطف ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء) ص ۱۴۴۔ دیکھئے ALPHONSO MINGAUA کی تحقیق و
ترتیب THE BOOK OF RALIGIONAND EMPIRE اسلام کی نیم
سرکاری نمائش اور دفاع پر کتاب جو خلیفہ متوکل ۸۴۷-۸۶۱ء کے حکم اور اس کی مدد سے
لکھی گئی۔ نیز ایضاً REMARKS OF TABARI'S SEMI OFFICIAL DEF-
ENCE OF ISLAM (ABERDEEN-1925) ۱۳ہ ابن القفطی، مقام مذکور

SAMI K. HAMARNEH کی "الطبری" ابو الحسن علی ابن سہل ربن اس کا ذکر DICT-
-IONORY OF SCIENTIFIC BIOGRAPHY CHIEF EDITOR,
CHARLES COLSTON GILLISPIE (NEW YORK, 1980) VOL XIV
PP. 230-231 میں ہے ۱۴ہ دیکھئے محولہ بالا نوٹ نمبر ۱۲۔ اس کتاب میں بائبل قرآن اور
احادیث کی مستند کتابوں کے بے شمار حوالے ہیں ۱۵ہ دیکھئے "تاریخ الرسل والملوک" مرتبہ M. J. DE
GOEJE ۱۵ مجلدات (LEIDEN 1879-1901) 3RD, SERIES صفحہ ۱۲۷۶ ۱۶ہ ابن القفطی
(حوالہ محولہ بالا) لکھتا ہے کہ اس کا باپ سہل ایک یہودی عالم تھا جو صحیح نہیں ہے ۱۷ہ دیکھئے فردوس الحکمۃ
کا عربی مقدمہ صفحہ ط (ب) جہاں یہ لکھا ہے کہ اس کا انتقال ۸۵۵ء کے بعد ہوا۔ کیونکہ الطبری نے خود
لکھا ہے کہ اس نے فردوس الحکمۃ کی تکمیل خلیفہ المتوکل کے عہد حکومت کے تیسرے سال میں کی ۱۸ہ
SAMI K. HAMERNEH حوالہ محولہ بالا۔ نیز دیکھئے خیر الدین زرکلی کی "الاعلام قاموس التراجم"
تیسرا ایڈیشن (بیروت ۱۳۸۹ھ/۱۹۷۰ء) جلد پنجم صفحہ ۹۹ ۱۹ہ ابن القفطی (حوالہ مذکور) نیز دوسرے
عہد وسطیٰ کے مصنفوں نے اس غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ بلاشبہ الرازی کی ولادت الطبری کی وفات
کے بعد ہوئی تھی، مرتب سے یہ سہو بیان عربی مقدمہ میں ہوا ہے۔ (دیکھئے صفحہ ط (ب) MAX
MEYERHOF نے بھی لکھا ہے کہ الرازی کا الطبری سے رشتۂ تلمذ ممکن نہیں ہے دیکھئے ALI
IBN ROBBON AL-TABARI EIN PERSISCHERARZT DES JORH
UNDERTS NACHCHR ZDMG NEW SERIES, VOL X (NO 95)
(LEIPZIG, 1931) PP. 38-68) ۲۰ہ دیکھئے حاشیہ نمبر ۱۲ محولہ بالا ۲۱ہ دیکھئے URI'S
CATALOGUE OF ARABIC MSS OF THE BODLEIAN LIBRARY
OXFORD, VOL I PG 578, MS NO. MARSHMAN 413 ۲۲ہ دیکھئے حاشیہ نمبر ۲

۲۲ اس کا نام ہے کتاب الکناش و فردوس الحکمۃ للطب۔ SERIAL NO 6257 LANDB

ERG NO 206 SEE. KONIGLICHEN BIBLIOTHEK ZU BERLIN VOL

II (BERLIN 1893) PP 513-515 ۲۳ دیکھئے برٹش میوزیم (اب یہ برٹش لائبریری کہلاتی

ہے) کے عربی مخطوطات کی فہرست (لندن) ص ۲۱۷ - ۲۲۱ مخطوطہ نمبر ARUMDEL OR. 41. SEE

256 VERSO TO 276 RECTO ۲۴ WILHELM PERTSCH, DIE ARABISCHEN -

HONDSCHRIFTE DER BIBLIOTHEK ZU GOTHA (GOTHA 1881) -

VOL III PP. 456-57 SERIAL NO 1910 CATALOGUE NO. ARABE 755

۲۵ حکیم محمد اجمل خاں۔ فہرست کتب عربی۔ کتب خانہ ریاست رامپور (رامپور ۱۹۰۲ء) صفحہ ۴۸۹

مخطوطہ نمبر ۱۷۱، مرتب نے اس کی تفصیلات نہیں دی ہیں۔ راقم السطور انتہائی کوششوں کے باوجود

ابھی تک حکیم خواجہ کمال الدین مرحوم لکھنوی کے مخطوطے کا سراغ لگانے میں کامیاب نہیں ہوسکا ہے۔

۲۶ دیکھیے اس کا مقالہ محولہ بالا حاشیہ نمبر ۱۳ صفحہ ۲۳۱ SAMI K. HAMARNEH ہندوستان

اور GOTHA کے مخطوطات کو مکمل طور سے نظر انداز کرتا ہے ۲۷ دیکھیے ضمیمہ ۲ صفحات

XI - X تبصرہ میں اس مقالہ کے انگریزی ترجمہ کے مقدمے میں مصادر کی کلاسیکی آیورویدک

تصنیفات میں تلاش کی کوشش کی جائے گی۔ ۲۸ دیکھیے عربی مقدمہ ی ا د، ی ا ۵۔ اس نے

بعد میں آنے والے ان مصنفین کا بھی تذکرہ کیا ہے جو الطبری کی فردوس الحکمۃ سے واقف تھے یا

اس کے خوشہ چیں تھے۔ مرتب ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی (محقق) بجا طور سے یہ سوال کرتا ہے کہ سنہ ۸۵۰ء

کی تصنیف فردوس الحکمۃ اور سنہ ۹۰۴ء کی ابن الوحشیہ کی تصنیف الفلاحۃ النباتیہ کے متعدد بیانات

میں مکمل یکسانیت کیسے ممکن ہے۔ اس توارد کا بہترین حل یہی ہو سکتا ہے کہ یا تو ابن الوحشیہ

نے الطبری کا سرقہ کیا ہے یا پھر دونوں نے ایک ایسے ماخذ سے استفادہ کیا ہے جو اب ناپید ہو چکا ہے۔

۲۹ فردوس الحکمۃ، ص ۵۵۷ ۳۰ ایضاً۔ صفحات ۵۵۰، ۵۵۸، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۵، ۵۷۸۔

۳۱ ایضاً۔ صفحات ۵۹۱ ابن ابی اصیبعۃ (حوالہ مندرجہ بالا) ابن الندیم (اس کی تصنیف یعنی الفہرست

ت۔ ص ۳۰۳ ۳۲ فردوس الحکمۃ باب ۱۸ ص ۵۷۶ - ۵۷۸ ...... ۳۳ تصنیف محولہ بالا صفحہ ۲۷۱

تعریب میں ان اعلام کی شکل ایسی بدل گئی ہے کہ آیورویدک ادب العالیہ میں ان کی شناخت مشکل

ہوگئی ہے۔ ابن الندیم نے تین دیگر ہندی سائنس دانوں کے نام گنوائے ہیں ۳۴ ابن الندیم (تصنیف

بالا) ص ۳۰۳ ابن ابی اصیبعہ نے یہیں سے یہ اعلام مستعار لیے ہیں دیکھیے حاشیہ نمبر ۱۵ ۳۵ دیکھیے

D. SOURDEL کا مقالہ "البرامکہ" مشمولہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام جدید ایڈیشن (سنہ ۱۹۶۰ء)

جلد اول، ص ۱۰۳۳، ۱۰۳۶ ۳۶ ابن الندیم (حوالہ بالا) ۳۷ فردوس الحکمۃ ایڈیشن مذکور صفحہ ۵۵۷

۳۸ ۳۶ ابواب کا خلاصہ مشمولہ صفحات ۵۵۷ تا ۶۰۰ اوپر پیش کیا گیا ہے۔ اس مقالہ کی تیاری

میں مجھے بھیونڈی تھانہ کے ڈاکٹر محمود حسن صاحب ایم۔ اے (ممبئی) ایف۔ ڈی (الہ آباد) نے ہر

طرح کی مدد دی ہے۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں ان کا شکریہ ادا کرسکوں۔

داؤدی بوہرہ اور انکی لسان الدعوۃ

از ڈاکٹر حامد اللہ ندوی، بمبئی

(۲)

لسان الدعوۃ اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ گو کہ لسانی جائزوں کے سلسلہ میں داؤدی بوہروں کی زبان کو گجراتی ہی کی ایک مخصوص بولی سے تعبیر کیا جاتا ہے مگر خود داؤدی بوہرہ اپنی اس زبان کو گجراتی نہیں بلکہ "لسان الدعوۃ" کہتے ہیں، یعنی ایک ایسی زبان جو کئی سو سال تک گجرات میں ان کی دعوت کا ذریعہ بنی رہی اور آج بھی ان کا سارا مذہبی و ثقافتی کام اسی زبان میں ہوتا ہے، امتحانات کے پرچے اسی زبان میں بنتے ہیں، جوابات اسی زبان میں دیے جاتے ہیں، ساری تعلیمی، ثقافتی اور مذہبی مراسلت اسی میں ہوتی ہے، نکاح و طلاق کے فارم اسی میں چھپتے ہیں، غرض کہ پیدائش سے لے کر موت تک مذہبی و ثقافتی طور پر داؤدی بوہرہ جماعت کے ہر فرد کو جن عقائد، فرائض، رسوم اور دیگر دینی ضروریات سے گزرنا پڑتا ہے ان سب کی ادائیگی کا واحد ذریعہ یہی "لسان الدعوۃ" ہے۔

داؤدی بوہرہ کی مذہبی کتابیں داؤدی بوہرہ جماعت کا مذہبی ادب زیادہ تر مخطوطات کی صورت میں ہے، لیکن ادھر ان کی کچھ کتابیں شایع بھی ہوئی ہیں جیسے فقہ میں 'دعائم الاسلام'، سیرت میں 'سیرت سیدنا المؤید'، فلسفہ میں 'راحۃ العقل' اور 'الرسالۃ الجامعۃ' وغیرہ اس سے ہٹ کر بھی سفرنامہ اور تاریخ وغیرہ پر ان کی متعدد کتابیں شایع ہو چکی ہیں اور شایع

ہوتی رہتی ہیں، ان سب کی زبان زیادہ تر یہی لسان الدعوۃ ہے یعنی زبان گجراتی اور رسم خط عربی، اس سلسلہ میں مجھے جو مواد مل سکا اس کا تعارف درج ذیل ہے:

۱۔ کتاب مناسک الحج ہندی مترجم: یہ کتاب دراصل قاضی نعمان بن محمد الیمنی متوفی بہ مصر ۳۶۳ھ کی ایک عربی کتاب 'مناسک الحج' کا گجراتی ترجمہ ہے جس کو مترجم ہندی کہتا ہے، مترجم کا نام ہے محمد علی بن فیض اللہ بھائی الہمدانی متوفی بہ سورت ۱۳۱۵ھ، یہ کتاب ۲۸۸ صفحات پر مشتمل ہے اور مطبع محمدی بمبئی سے سنہ ۱۳۳۲ھ میں دوسری بار شائع ہوئی ہے، کتاب کا موضوع جیسا کہ نام سے ظاہر ہے حج کے مناسک کی تفصیلات ہیں، لیکن فاضل مترجم نے اس میں اپنے سفر بیت المقدس کی ڈائری کا بھی اضافہ کر دیا ہے، جس میں تاریخ وار بیت المقدس کے مختلف مقامات کی زیارت کا حال لکھا ہے، اس کتاب کا صرف مقدمہ عربی زبان میں ہے، باقی پوری کتاب گجراتی میں ہے اور رسم خط عربی۔

۲۔ "ترجمہ مفتاح الطہارۃ مع حکایات بنی اسرائیل": یہ کتاب بھی قاضی نعمان بن محمد کی ایک عربی کتاب "کتاب الطہارۃ" کا گجراتی ترجمہ ہے، مترجم کا نام درج نہیں، البتہ خیر و برکت کی خاطر اس کو مولانا عبد القادر نجم الدین کی طرف منسوب کیا ہے، یہ کتاب ۲۶۲ صفحات پر مشتمل ہے اور مطبع حیدری بمبئی سے شاید ۱۳۵۰ھ میں شائع ہوئی ہے، یہ کتاب ایک مقدمہ اور دو ابواب پر مشتمل ہے، ابواب ہیں 'باب الطہارۃ' اور 'باب الصلوٰۃ' اس کی زبان بھی گجراتی ہے مگر رسم خط عربی۔

۳۔ 'مجلس پانچمی'، مجالس عاشوریہ نی، اس کتاب کے صرف دو صفحے ہمدانی کلکشن بمبئی یونیورسٹی میں ملے۔ اس میں چونکہ کوئی پرنٹ لائن نہیں ہے، اس لیے یہ بتانا مشکل ہے کہ

یہ کس سنہ میں کس پریس سے شایع ہوئی ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ مجالس عاشورہ کی پانچویں مجلس کا ترجمہ ہے، اس کی زبان بھی گجراتی ہے مگر رسم خط عربی۔

۴۔ المسائل مع الجواب فی الحقیقۃ: یہ بھی ہمدانی کلکشن بمبئی یونیورسٹی کا ایک قلمی نسخہ ہے۔ مصنف کا نام اور سنہ تصنیف درج نہیں، البتہ کتاب کا موضوع بعض دینی مسائل اور خصوصیت کے ساتھ علم الفرائض ہے، مضمون سوال و جواب کی صورت میں ہے بحیثیت مجموعی اس میں ستائیس سوال اور ان کے جواب ہیں، رسالہ ۴۲ صفحات پر مشتمل ہے اس کی زبان بھی گجراتی ہے، مگر رسم خط عربی۔

۵۔ حدیقۃ التاریخ، یہ کتاب عبدالطیب بن حیدر علی دیوانجی کی لکھی ہوئی ہے یہ کتاب ۳۳۲ صفحات پر مشتمل ہے اور سنہ ۱۳۶۰ھ میں مطبع میٹرو پرنٹنگ اینڈ لیتھو ورکس بمبئی سے شایع ہوئی ہے، کتاب کا مقصد "السادۃ آل بھارل جی القادہ" یعنی ہندوستان میں بوہرہ تحریک کا آغاز اور اس تحریک سے متعلق متعدد داعیوں اور بزرگوں کے حالات زندگی اور کارنامے بیان کرنا ہے، کتاب کے سرورق پر لکھا ہوا ہے۔ مخصوصۃ للفرقۃ الداؤدیۃ۔ یہ کتاب بھی گجراتی زبان میں ہے مگر رسم خط عربی۔

۶۔ حدیقۃ التاریخ کے مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مصنف عبدالطیب بن حیدر علی دیوانجی نے سنہ ۱۳۵۶ھ میں مولانا ابو محمد طاہر سیف الدین کی ایک سوانح عمری "السیرۃ الرضیۃ" کے نام سے اور سنہ ۱۳۶۳ھ میں ایک کتاب فضلائے احمد آباد پر "اسنی التاریخ" کے نام سے شایع کی ہے اور یہ دونوں بھی گجراتی میں ہیں اور رسم خط عربی ہے۔

لسان الدعوۃ کا صوتی، صرفی اور نحوی جائزہ | مذکورہ بالا مواد (DATA) کی مدد سے

داؤدی بوہروں کی لسان الدعوۃ کا ایک مختصر سا صوتی، صرفی اور نحوی جائزہ یہاں پیش کیا جاتا ہے تاکہ اردو کے قارئین کو بھی اندازہ ہو سکے کہ بوہروں نے گجراتی زبان کو اپنے ثقافتی مقاصد کے لیے عربی رسم خط میں لکھ کر اسے اردو اور مسلم کلچر سے کس قدر قریب کر دیا ہے، اس میں اگر گجراتی افعال، ضمائر اور حروف کا وجود نہ ہو تو اردو اور "لسان الدعوۃ" میں کوئی فرق باقی نہ رہے۔

مصوتے (VOWELS) گجراتی زبان میں کل تیرہ مصوتے ہیں جن میں سے ایک مصوتہ [ر] (ऋ) کا استعمال سنسکرت سے ماخوذ بعض خاص خاص الفاظ میں ہوتا ہے جیسے "رشی" "رتو" (موسم) وغیرہ، جو لسان الدعوۃ میں رائج نہیں۔ اس طرح بارہ مصوتے رہ جاتے ہیں جو حروف علت، اعراب، ہمزہ، واو مجہول اور یائے مجہول کی مدد سے آسانی کے ساتھ حاصل کیے جا سکتے ہیں، چنانچہ اردو والوں نے ان مصوتوں کیلئے انہی اعراب و حروف کا استعمال کیا ہے، اسی لیے لسان الدعوۃ میں بھی ان آوازوں کے لیے الگ سے کوئی نئی تحریری علامت اختراع نہیں کی گئی ہے بلکہ انہیں علامات کو کام میں لایا گیا ہے جو اردو میں پہلے سے مستعمل ہیں۔

مصمتے (CE NSOWNOWNTS) تقریباً یہی کچھ حال مصمتوں کا بھی ہے گجراتی زبان میں پورے ۳۷ مصمتے ہیں جن میں پانچ مصمتے تو ایسے ہیں جو خصوصیت کے ساتھ گجراتی میں دخیل سنسکرت الفاظ کی صحیح ادائیگی کے لیے اپنائے گئے ہیں۔ جیسے [آد] [ण] [آبھ]، [آہ] اور [آجی]، اول تو یہ کہ ان آوازوں کو اردو علامات تحریر (ی + ن)، (ش)، (ک + ش)، (ت + ر) اور (گ + ی) کی مدد سے بھی ادا کیا جا سکتا ہے، دوسرا یہ کہ اس قسم کی مخصوص آواز رکھنے والے سنسکرت الفاظ

کالسان الدعوۃ میں گزر نہیں ہے اسلیے لسان الدعوۃ میں ان مخصوص مصمتوں کیطرف کوئی دھیان نہیں دیا گیا ہے۔

لیکن گجراتی کے دو مصمتے ایسے ہیں جن سے بنے ہوئے الفاظ لسان الدعوۃ میں بھی مستعمل ہیں مثلاً [ळ] اور [ण]، لیکن اس کے باوجود ان دو مصمتوں کے لیے بھی کوئی نئی تحریری علامت اپنائی نہیں گئی ہے بلکہ ان کو عربی رسم خط میں لکھتے وقت سادہ آواز (ل) اور (ن) میں بدل دیا گیا ہے جیسے [सगळे = सगळे] (سب) = [प्रमाणे] [प्रमाने] مطابق وغیرہ اس طرح سات مصمتی آوازوں کو منہا کرنے کے بعد صرف تینیس[۳۰] آوازیں رہ جاتی ہیں جن کے لیے اردو میں علامات تحریر پہلے سے موجود ہیں، لسان الدعوۃ میں بھی انہی سے کام لیا گیا ہے۔

ان مفرد آوازوں سے ہٹ کر جب ہم الفاظ میں ان کے استعمال پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کہیں کہیں ان آوازوں میں مبادلہ (EMTCREHANGE) کا عمل بھی کارفرما ہے، یعنی دو قریبی آوازیں ایک دوسرے میں بدل گئی ہیں، جیسے [ڑ] [ر] میں [ڈھ]، [دھ] میں [ڈ] [د] میں اور [ٹ] [ت] میں، مثال کے طور پر:

گھوڑا ← گھورا، گاڑی ← گاری

ھانڈی ← ھاندی، تھنڈو ← تھندو

پاٹا ← پاتا ، ڈھلا ← دھلا

اسماء (NOUNS): **عدد** (NUMBER) گجراتی زبان میں بھی اردو کی طرح صرف دو ہی عدد ہیں، واحد اور جمع اور بعض مستثنیات کو چھوڑ کر جو تقریباً ہر زبان میں پائی جاتی ہیں جو علامت جمع عام طور پر گجراتی میں مستعمل ہے وہ [و] ہے جیسے :

ڈکرا (لڑکا) ڈکرو (لڑکے)

ڈکری (لڑکی) ڈکریو (لڑکیاں)

جنس (JENDER): جنس، گجراتی زبان میں تین ہیں، مذکر، مونث اور غیر جنس (NEUTER) لیکن لسان الدعوۃ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عربی فارسی اثرات کے غلبے کی وجہ سے ان کے ہاں تین جنس نہیں بلکہ صرف دو جنس مذکر اور مونث کا استعمال ہوا ہے، البتہ علامت جمع کے معاملے میں وہ عربی فارسی اور گجراتی تینوں زبانوں کے نحوی اصولوں کا فائدہ اٹھا لیتے ہیں کیونکہ ان کے ہاں ہمیں جہاں عربی فارسی جمع کو جوں کا توں استعمال کر لینے کی مثالیں ملتی ہیں وہاں گجراتی اصول کے مطابق [و] کے اضافہ سے جمع بنا لینے کا طریقہ بھی ملتا ہے، ذیل کی مثالیں ملاحظہ ہوں :

	واحد	جمع	مثال
عربی فارسی جمع	تکلیف	تکالیف	کیتک تکالیف اٹھاوی
	معرفت	معارف	معارف حاصل کیدا
	راوی	راویان	راویانِ اخبار لکھے چھے
گجراتی جمع	نعمت	نعمتو	جنت نی سگلی نعمتوا پوچھو
	لوگ	لوگو	مکر لوگو نا واسطے پھلو گھر چھے

اسماء کی حالتیں : (CASES) : عام طور پر ہر زبان میں اسماء کی سات آٹھ حالتیں ہوتی ہیں، فاعلی، مفعولی، آلی، مفعول ثانی، استخراجی، اضافی اور ندائی، یہ سب حالتیں لسان الدعوۃ میں بھی پائی جاتی ہیں، ان حالتوں کی نشاندہی کیلئے جو لاحقے استعمال ہوئے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے :

حالت	لاحقہ	مثال
فاعلی حالت (NOM)	—	مولانا صادق فرمایو چھے
مفعولی حالت (ACE)	نے (کو)	خدا آدم نے پیدا کیدا
آلی حالت (INST)	تھکی (سے ذریعہ)	وضو ٹھنڈو پانی یا گرم پانی بیوے تھکی جائز چھے
مفعول ثانی (DAT)	نے (کو)	ہر مومن نے لازم چھے لا الٰہ نا کلمہ نے پڑھے
استخراجی حالت (ABL)	تھی (سے)	مدرسہ گھر تھی دور چھے
اضافی حالت (GM)	نا، نی، نو	(یہ لاحقہ متعلقہ اسم کی جنس کے حساب سے بدلتا رہتا ہے)
	نا (کا)	نگر نا والی رھیا
	نی (کی)	راجہ نی کفالت
	نو (کے)	حضور نو اختیار
ظرفی حالت (LOC)	ما (میں)	تین بھیرا ما دوڑ و چھے

حروف جار (PREPOSITIONS): اوپر اسماء کی حالتوں کی نشاندہی کے سلسلے میں بعض حروف جار کا بحیثیت لاحقوں کے ذکر ہو چکا ہے، لیکن یہ صرف چند تھے، جبکہ اور زبانوں کی طرح لسان الدعوۃ میں بھی مذکورہ حروف جار کے علاوہ بھی متعدد حروف جار ہیں اور یہ سب اسماء کے بعد آتے ہیں، البتہ ان میں سے اکثر اسماء کے ساتھ براہ راست استعمال ہوئے ہیں اور بعض علامت اضافت (نا، نی، نو) کے واسطے سے اور ان میں ایک آدھ کو چھوڑ کر جن کا تعلق گجراتی حروف جار سے ہے، باقی سب وہی ہیں جو اردو میں بھی استعمال ہوتے ہیں، ایسے چند حروف ملاحظہ ہوں:

اردو	لسان الدعوۃ	مثال
اندر	اندر	ترجمہ اندر
باہر	باہر	ہوں مسجد تھی باہر نکلو
سامنے	سامنے	منے خدا نا سامنے جواب آپو چھے
پیچھے	پچھی	دن ڈھلا پچھی
نزدیک	نزدیک	خدا تعالیٰ نا نزدیک
دور	دور	اھنو گھر مارا گھر تھی دور چھے
اوپر	اوپر	بے باب اوپر مقرر کیدا
نیچے	نیچے	ماں نا پگ نا نیچے جنت چھے
پہلے	پہلے، اگاری	نماز نا وقت اگاری غسل کری لے
بعد	بعد	یہ ساعت نا بعد
ساتھ	ساتھے	دوست نا ساتھے گیو ہتو
لئے	ماٹے	اھنا ماٹے اکام کیدو، وغیرہ

صفات (ADJECTIVES): صفات کے معاملہ میں بھی لسان الدعوۃ آزادہ رو معلوم ہوتی ہے، اس میں عربی، فارسی اور گجراتی تینوں زبانوں کی صفات کی مثالیں بہ کثرت ملتی ہیں اور ان کے استعمال میں بھی قواعد کے انہیں اصولوں کا خیال رکھا گیا ہے، جو ان زبانوں میں رائج ہیں، مثلاً یہ کہ عربی فارسی میں موصوف پہلے اور صفت بعد میں ہوتی ہے، اسی طرح عربی میں جنس کے معاملہ میں صفت موصوف کی ہم آہنگی ضروری ہے، یعنی یہ کہ موصوف مذکر ہو تو صفت بھی مذکر اور موصوف مؤنث

ہو تو صفت بھی مونث ہونی چاہیے، لسان الدعوۃ میں ان اصولوں کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے، چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

موصوف صفت	مثال
آثار قدیمہ مبارکہ	آج بھی مصر ما ائمہ طاہرین نا آثار قدیمہ مبارکہ چھے
دعوت طیبہ	امام نی شہادت نا بعد اپیہ دعوت طیبہ تو انتظام کیدو
حضور عالی	اگر حضور عالی رزا (رضا) عنایت فرما دے تو غلام الوگو سے طے

لیکن گجراتی میں اردو کی طرح صفت پہلے اور موصوف بعد میں ہوتا ہے، چنانچہ لسان الدعوۃ میں گجراتی صفات استعمال کرتے وقت اسی اصول کو برتا گیا ہے، یعنی صفات پہلے آئی ہیں اور موصوف بعد میں جیسے:

سگلے نعمتو	جنت نی سگلے نعمتو اپو بھتو
سروے انبیاء	نماز سروے انبیاء نے وصیت نو آخر چھے

اوپر جو مثالیں دی گئی ہیں وہ سب صفت ذاتی کی ہیں، صفات عددی کے معاملے میں بھی لسان الدعوۃ کا رویہ تقریباً وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے، یعنی یہ صفات اردو فارسی اور گجراتی صفات کا مرکب ہیں اور موصوف بھی انہی زبانوں میں سے کسی ایک زبان کا اسم، مثلاً:

اول و	اول وقت ماہے نماز پڑھے
بے باب (۲)	بے باب اوپر مقرر کیدا
ساتی گھڑی	دن نے ساتی گھڑی نو پھلو حصہ چھے
تین پھیرا	طواف میں پھلا تین پھیرا ما دوڑ و چھے

لسان الدعوۃ کی صفات مقداری وغیرہ میں بھی اردو اور گجراتی کا ہی مرکب معلوم دیتے ہیں جیسے اِیٹلو (اِتنا، اتنا) کٹلو (کتنا)، جتنا (جتنا) اہوا (ایسا) اہوو (ویسا)، اِھنا جیو کا (جیسا) کھوو (کیسا)

ضمائر (PRONOUNS): لسان الدعوۃ کے ضمائر کا ڈھانچہ تقریباً وہی ہے جو گجراتی زبان کا ہے، ان پر کسی اور زبان کا کوئی اثر نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ گجراتی زبان بالعموم اور لسان الدعوۃ بالخصوص عربی فارسی اور اردو سے زیادہ متاثر ہے اس لیے ممکن ہے کہ ان ضمائر میں ہیں کہیں کہیں اردو ضمائر کا رنگ دکھائی دے، یہاں ہم لسان الدعوۃ کے ضمائر شخصی (PERSO-NAL PRONOUNS) ضمائر موصولی (RELATIVE PRONOUNS) ضمائر اشارہ (DEMONSTRATIVE PRONO NS) ضمائر استفہامیہ (IN-TER OGATIVE PRONOUNS) کا خاکہ ان کی صرف تین متداول حالتوں فاعلی، مفعولی اور اضافی۔ کی تفصیلات کے ساتھ درج کرتے ہیں:

ضمائر شخصی		فاعلی حالت	مفعولی حالت	اضافی حالت
متکلم	واحد	ہوں (میں)	مئے (مجھ کو)	مارا (میرا) ماری (میری)
	جمع	اَمے (ہم)	امونے (ہم کو)	ہمارا (ہمارا) ہماری (ہماری)
حاضر	واحد	توں (تو)	تنے (تجھ کو)	تارا (تیرا) تاری (تیری)
	جمع	تمے (تم)	(تمنے (تم کو)	تمارا (تمہارا) تماری (تمہاری)
غائب مع اشارہ	واحد	تہ وہ (وہ)	اِھنے (اُس کو)	اِھنا سہ اِھنو (اس کا)، اِھنی (اس کی)
	جمع	تیوو (وہ)	اِھنے (اُن کو)	اِھنا سہ اِھنو (ان کا)، اِھنی (ان کی)

واحد اے (یہ) انے (اس کو) اِھنوں (اس کا) اَنی (اس کی)

جمع اے (یہ) اِھنے (ان کو) اِھنو (ان کا) اِھنی (ان کی)

ضمائر موصولہ
واحد جہ (جو) جہ نے (جس کو) جہ نا (جس کا) جہ نی (جس کی)
جمع جہ (جو) جہ نے (جن کو) جہ نا (جن کا) جہ نی (جن کی)

ضمائر استفہامیہ
واحد کون (کون) کہ نے (کس کو) کونوں (کس کا) کونی (کس کی)
جمع کون (کون) کہ نے (کن کو) کونوں (کن کا) کونی (کن کی)

مصادر و افعال: دیگر ہند آریائی زبانوں کی طرح گجراتی زبان میں بھی افعال کا سرچشمہ مصادر ہی ہیں، مصادر سے ان کی علامت مصدر ہٹا دی جاتی ہے اور جو مادہ (ROOT) بچ رہتا ہے، اس کے ساتھ مختلف سابقے اور لاحقے بڑھا کر ماضی، حال، مستقبل، امر اور نہی وغیرہ کی گردانیں بنائی جاتی ہیں، اردو میں جس طرح علامتِ مصدر (نا) ہے اسی طرح گجراتی میں علامت مصدر (وُوں) ہے، جیسے کھاووں (کھانا)، پیووں (پینا) وغیرہ۔

گجراتی افعال اور خاص طور پر لسان الدعوۃ میں استعمال شدہ افعال کے تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کثرت سے اور بار بار استعمال میں آنے والے (FREQUENT) افعال اور ان کے مادے زیادہ تر وہ ہیں جو اردو میں بھی مستعمل ہیں۔ مثلاً ذیل کے چند گجراتی مصادر ملاحظہ ہوں، ان میں سے اگر ان کی علامت مصدر ہٹا دی جائے تو پھر گجراتی اور اردو میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔

آوادوں (آنا) جانوں (جانا)
اُتردوں (اترنا) چالوں (چلنا)

اُٹھوں (اٹھنا) چھوڑدوں (چھوڑنا)
بناوادوں (بنانا) دیکھوں (دیکھنا)
بولوں (بولنا) سوووں (سونا)
بُلاوادوں (بلانا) کردوں (کرنا)
پیوں (پینا) گنوں (گننا)
توڑدوں (توڑنا) ماردوں (مارنا) وغیرہ

اور اس سلسلہ میں زیادہ اہم کردار معاون افعال (AUXILIARY VERBS) ادا کرتے ہیں اور یہ گجراتی میں (ہووں) (ہونا) اور (چھووں) (ہونا) سے علامت مصدر ہٹا کر بنائے جاتے ہیں، لسان الدعوۃ میں خصوصیت کے ساتھ (چھو) کے مادے سے بنے ہوئے معاون افعال کا استعمال (ہو) کے مادے سے بنے ہوئے معاون افعال کے مقابلہ میں زیادہ ہے اور لسان الدعوۃ میں یہ "چھے" اردو کے "ہے" سے بھی زیادہ وسیع معنی رکھتا ہے۔

ہمارا مقصد اس وقت چونکہ لسان الدعوۃ کا تعارفی خاکہ پیش کرنا ہے، گجراتی زبان کے قواعد سے تفصیل کے ساتھ بحث کرنا نہیں اس لیے یہاں ہر فعل اور اسکی صرفی و نحوی خصوصیات پر روشنی ڈالنے کی بجائے صرف بہ طور نمونہ ماضی، حال، مستقبل اور امر و نہی کی ایک ایک گردان دی جاتی ہے، تاکہ اس سے دیگر مصادر کے افعال کا بھی تھوڑا بہت اندازہ ہو جائے۔

فعل ماضی۔ مادہ: اُتر

(ہوں اتریو) (میں اترا) (اے اتریا) (ہم اترے)

(توں اتریو) (تو اترا) (تمے اتریا) (تم اترے)

(تہ اتریو) (وہ اترا) (تیوو اتریا) (وہ اترے)

فعل حال ۔ مادہ : اتر

(ہوں اتروں چھوں) (میں اترتا ہوں) (امے اترے چھے) (ہم اترتے ہیں)

(توں اترے چھے) (تو اترتا ہے) (تمے اترو چھو) (تم اترتے ہو)

(تہ اترے چھے) (وہ اترتا ہے) (تہ اترے چھے) (وہ اترتے ہیں)

فعل مستقبل ۔ مادہ : اتر

(ہوں اترسیں) (میں اتروں گا) (امے اترسیوں) (ہم اتریں گے)

(توں اترسے) (تو اترے گا) (تمے اترسو) (تم اترو گے)

(تہ اترسے) (وہ اترے گا) (تہ اترسے) (وہ اتریں گے)

فعل امر ۔ مادہ : اتر

(اُتر) (اُتر) (اترو) (اترو)

حروفِ نفی : (NEGATIOV MARKERS) (نا)، (نتھی)، (نئیں)

یہ تین حروف گجراتی کی طرح لسان الدعوۃ میں بھی علامات نفی کے طور پر استعمال ہوتے ہیں (۱) کسی سوال کا جواب نفی میں دینا ہے تو علامت (نا) کا استعمال ہوتا ہے، علاوہ ازیں یہ (نا) فعل ماضی اور فعل مستقبل کے ساتھ بھی اظہار نفی کے لیے بہ طور سابقہ استعمال کیا جاتا ہے، (۲) (نتھی) (نہیں)، (چھے) (ہے)، کی ضد ہے اور یہ فعل حال کے ساتھ بطور لاحقہ استعمال ہوتا ہے اور (نئیں) یا (نہیں) فعل حال کے علاوہ دیگر سارے افعال کے ساتھ علامت نفی کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

متعلقات فعل (ADVERBS) : لسان الدعوۃ میں ویسے متعلقات فعل بہ کثرت ہیں لیکن زیادہ استعمال میں آنے والے متعلقات یہ ہیں :

(ہیاں)، (یہاں)، (تہاں)، (وہاں)، (جہاں)، (جہاں)، (کہاں)، (کہاں)، (کیم)، (کیوں)، (سوں)، (کیا)، (آج)، (آج)، (جلدی)، (جلدی)، (جھٹ)، (فوراً)، وغیرہ

دیگر حروف : عطف : (انے)، (اور)، (یا)، (یا)، (کہ)، (کہ)، حرف شرط : (اگر)

اوزان (METERS) : لسان الدعوۃ کے سلسلہ میں ہمیں جو کچھ مواد مل سکا وہ سارے کا سارا نثر پر مشتمل ہے، نظم سے متعلق کوئی ایسی چیز دستیاب نہ ہو سکی جس سے اس زبان کے شعری اوزان کا یا اس کی شعری ہیئت کا کچھ اندازہ ہوتا، لیکن "حدیقۃ التاریخ" میں جگہ جگہ اس کے مصنف نے اشعار بھی استعمال کیے ہیں، جو بالکل اردو فارسی اشعار کی طرح ردیف قافیہ سے آراستہ ہیں اور ان کے اوزان بھی وہی ہیں جو ان زبانوں میں مروج ہیں۔

داؤدی بوہرہ جماعت کی لسان الدعوۃ کے اس ثقافتی اور لسانی جائزے کے بعد بہ طور نمونہ مزید تقریب ذہن کی خاطر اس کی نثر و نظم کے کچھ پارے ان کے معانی کے ساتھ یہاں درج کیے جاتے ہیں تاکہ ان کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔

"ملائکہ یہ رب نے کہیو سوں توں زمین ما اہوا شخص نے پیدا کرسے کہ جہ زمین ما فساد کرسے، انے خود نو ڈھالسے، ہمیں تو تارا حمد انے ثنا، تسبیح تنزیہ انے تاری تقدیس کرے چھے" (مناسک)

(فرشتوں نے خدا سے کہا کہ کیوں تو ایسے شخص کو زمین میں پیدا کر رہا ہے جو زمین میں فساد پھیلائیگا اور خود کو تباہ کرے گا ہم تری حمد و ثنا تسبیح و تنزیہ اور تیری تقدیس بیان کرنے کے لیے موجود ہیں)

"فرمایو مولانا جعفر الصادق علیہ السلام
یہ کہ سروے عمل نو زیادہ محبتہ
دنتو خدا تعالیٰ نا نزدیک نماز چھے انے
تہ نماز سروے انبیار نی وصیت نو آخر
چھے" (مفتاح)

(مولانا جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا
ہے کہ سارے اعمال میں زیادہ پسندیدہ عمل خدائے
تعالیٰ کے نزدیک نماز ہے اور یہ نماز سارے
انبیار کی تعلیم کا حاصل ہے۔)

"اے بھائی تے لکھو کہ خدا نا رسول صلی اللہ
علیہ وآلہ ویاز نی سوں حقیقت کیدی
تیمے انے ویاز نا کھانا، اوپر لعنۃ بولے
چھے تہ نی سوں باعث چھے" (المسائل)

(اے بھائی آپ بتائیے کہ خدا کے رسول نے
سود کی کیا حقیقت بیان فرمائی ہے اور انھوں
نے سود کھانے والے پر لعنت جو بھیجی ہے
اس کی وجہ کیا ہے۔)

"روحانی تھا فرشتہ مولانا وہ محمد
تھی نور تھی چمکتی وہ شاہ نی پیشانی
جہ وقت شانے دیکھیا قرآن ہات ما چھے
اور ذکر چھے لبوں پر آٹھو پہر خدا نی"

(مولانا محمد ایک روحانی فرشتہ تھے
ان کی پیشانی ہمیشہ نور سے چمکتی رہتی تھی
جب دیکھو ان کے ہاتھ میں قرآن ہوتا
اور لبوں پر آٹھوں پہر خدا کا نام)

"ہزار گلشن گجرات ما تھی کئی تھیا پیدا
ملائک جھنی خوشبو سونگوا گجرات پر جھکتا (حدیقہ)

(گجرات میں خدا نے ایسے ہزاروں گلشن پیدا کیے تھے
کہ جنکی خوشبو سونگھنے کیلئے فرشتوں کو بھی جھکنا پڑتا تھا)

حوالے

[1] سید ابو ظفر ندوی: گجرات کی تمدنی تاریخ (مسلمانوں کے عہد میں) مطبع
معارف اعظم گڈھ ۱۹۶۲ء [2] سید ابو ظفر ندوی: تاریخ گجرات: ندوۃ المصنفین

دہلی ۱۹۵۸ء [3] GRIERSON: LINGUISTIC SURVEY OF-
DIWANBAHADUR - [4] -INDIA, VOL. II AND VOL IX PART III
KRISHNALAL ZAVERI: FURTHER MILE STONE IN GUJA-
-RATI LITERATURE [5] ڈاکٹر چھوٹو بھائی رانچھوڑجی نائک: گجراتی
پر عربی فارسی نی اثر (گجراتی)، احمد آباد، ۱۹۶۱ء [6] ENCYCLOPAE-
-DIA OF ISLAM, VOL. I

گجرات کی تمدنی تاریخ

از

مولانا سید ابو ظفر ندوی مرحوم

گجرات کی سرزمین مسلمانوں کے عہد خصوصاً سلطان مظفر شاہ کے خاندان کے دور حکومت میں علم وفن، صنعت وحرفت، تجارت وزراعت وغیرہ ہر شعبہ زندگی میں تہذیب وثقافت کا مرکز بن گئی اور اس کی خاک سے ہر فن کے ایسے ارباب علم وکمال پیدا ہوئے جن کے فیض سے پورا ہندوستان سیراب ہوا، گجرات کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر دارالمصنفین نے تاریخ ہند کے سلسلہ میں اس کو بھی شامل کیا اور اس کتاب میں مولف مرحوم نے بڑی تلاش وتحقیق اور محنت وجستجو سے اس خطہ کی تمدنی تاریخ مرتب کی، شاہان گجرات ان کے آثار ومشاہد تعمیرات، فنون لطیفہ وغیرہ کے علاوہ گجراتیوں کی خصوصیات، وہاں کے مدارس وکتبخانوں کا بھی اس میں مفصل جائزہ لیا گیا ہے۔

قیمت ۳۰ روپے

"منیجر"

اقبال کی فارسی شاعری پر ایک اجمالی نظر

از ڈاکٹر سید وحید اشرف کچھوچھوی

(۲)

جاوید نامہ جاوید نامہ میں انداز بیان ہی شاعرانہ نہیں بلکہ نظم کی ترتیب بھی شاعرانہ ہے جاوید نامہ کو اگر اسرار خودی اور رموز بے خودی کی مزید توضیحات کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ یہاں قاری کا ذہن شاعر کی روح کے ساتھ ہمسفر ہو جاتا ہے اور شاعر پورے طور پر اپنی پیغمبرانہ شان کے ساتھ نظر آتا ہے۔ یہاں فلسفیانہ فکر کو تمثیلی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ علامہ اقبال نے اس تمثیل کو بیان کرنے میں ایک خاص حکمت کو پیش نظر رکھا ہے۔ ان کا یہ روحانی سفر تنہا نہیں ہے بلکہ ان کے روحانی مرشد مولانا روم کی معیت میں ہے اور یہی نہیں بلکہ مولانا روم ہی ان کو اس مزاج پر لے جاتے ہیں۔ اس طرح علامہ اقبال نے اپنی اس فکر میں صوفیہ کا مشاہدہ بھی شامل کر لیا ہے۔ صوفیہ کا جو بیان مشاہدہ کی بنیاد پر ہوتا ہے، فلسفی تعقل کی روشنی میں اسے پرکھنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن مشاہدہ کی تاثیر فلسفہ کو نہیں حاصل ہو سکتی۔ شاعر اپنی تخئیلی قوت سے کام لیتا ہے علامہ اقبال کے پاس فلسفی کی فکر بھی ہے اور شاعر کی بے پناہ تخئیلی قوت بھی۔ مشاہدہ کی کمی کو مولانا روم کی موجودگی سے پوری کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جاوید نامہ کے اشعار میں وجدانی کیفیت بھی تیز تر محسوس ہوتی ہے مثلاً خیر کی قوت (پیغمبر آخر الزماں) کے

مقابلہ میں شر کی قوت یعنی ابوجہل کس طرح نالاں ہے۔ سینۂ ما... داغ داغ الخ

یہ معلوم ہے کہ تدبیر کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن میں ہے کہ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ اس لیے کہہ سکتے ہیں کہ تدبیر سے تقدیر بنتی ہے۔ اس حقیقت کو علامہ اقبال نے اس طرح بیان کیا ہے:

گر ز یک تقدیر خوں گردد جگر — خواہ از حق حکم تقدیر دگر
تو اگر تقدیر نو خواہی رواست — زانکہ تقدیرات حق لاانتہاست

رمز باریکش بحرفی مضمر است
تو اگر دیگر شوی او دیگر است

اوپر کے اشعار کا مفہوم صرف ترجمہ سے واضح نہیں ہو سکتا اور وضاحت طوالت طلب ہے اس لیے اسے نظر انداز کیا جاتا ہے۔

مریخ پر یورپ کی راہبہ ملتی ہے اور وہ عورت کو ماں بننے سے منع کرتی ہے۔ اس نازک موقع پر مولانا روم علامہ اقبال کی زبان سے یوں کہتے ہیں:

زندگی را شرع و آئین است عشق — اصل تہذیب است دیں دیں است عشق

آخر میں بنی نوع انسان کے ساتھ محبت کی تلقین اس انداز سے کرتے ہیں:

آدمیت احترام آدمی — باخبر شو از مقام آدمی
آدمی از ربط و ضبط تن بہ تن — بر طریق دوستی گامی بزن
بندۂ عشق از خدا گیرد طریق — می شود بر کافر و مومن شفیق

ترجمہ:- آدمیت آدمی کا احترام کرنا ہے۔ آدمی کے مقام سے باخبر ہو جاؤ۔ ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ تعلق آدمی کا شیوہ ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ دوستی و محبت

کا طریقہ اختیار کرو۔ عشق کا بندہ خدا سے طریقہ سیکھتا ہے۔ وہ کافر و مومن دونوں پر مہربان ہوتا ہے۔

اقبال اور صنف غزل | مثنوی کی توضیحی خصوصیت اور جاوید نامہ کی تمثیلی کیفیت نہ صرف شاعر کی فکر کی وضاحت کرتی ہیں بلکہ اس کی قدرت بیان کو بھی پوری طرح آشکارا کرتی ہیں۔ لیکن ایک ایسی صنف سخن بھی ہے جس کی اشاریت پر ہزار توضیحات قربان اور جس کے اجمال پر ہزار تفصیلات نثار ہو جائیں۔ ظاہر ہے یہ صنف غزل ہے۔ غزل کی نزاکت اور لطافت تفصیل و توضیح کی متحمل نہیں ہوتی۔ اس کا فن مثنوی، رباعی اور قصیدے سے الگ ہے۔ وہ سکہ جو دوسرے اصناف سخن میں رائج ہے یہاں اکثر متروک ہو جاتا ہے۔ یہاں لفظوں کے استعمال میں غزل کی تازگیِ طبع کا اگر لحاظ نہ کیا گیا تو وہ اپنا حسن کھو دے گا۔ غرضکہ ہزار نکتہ درین کاروبار دلداری ست۔

علامہ اقبال نے فارسی غزل میں پوری فنی مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ یہاں بھی وہ ایک مجدد اور مجتہد نظر آتے ہیں۔ انہوں نے غزل کے تمام ظاہری حسن کو برقرار رکھتے ہوئے اسے اپنے مخصوص خیالات و افکار کا پیغامبر بنا دیا ہے۔ اس کے غمزہ میں عشق آفرینی، اس کی اشاریت میں دعوتِ خود آگہی اور اس کے ناز و ادا میں منصور کی شیوہ طرازی، غرضکہ علامہ اقبال کے ہاتھوں غزل اپنے پورے تغزل کے ساتھ نئی معنویت کی حامل بن گئی۔ پیام مشرق کی غزلیں اپنی رعنائی اور دلکشی کے اعتبار سے اقبال کی دوسری تصانیف پر سبقت لے جاتی ہیں۔

پیام مشرق | پیام مشرق کی اشاعت مثنوی اسرار و رموز کے ایک عرصہ کے بعد پہلی جنگ عظیم کے بعد ہوئی۔ اقبال نے اسے مشہور جرمن شاعر گوئٹے کے دیوان (WEST

ÖSTLICHER DIWAN) کے جواب میں لکھا تھا۔ گوئٹے فارسی غزل کے حسن (خصوصاً حافظ اور سعدی کی غزلوں) سے مغرب کو روشناس کرانا چاہتا تھا۔ اس نے حافظ کی رنگین ادا کو جرمن زبان میں اختیار کرنا چاہا۔ اقبال نے پیام مشرق لکھ کر فارسی شعر کی معنویت، وسعت اور اس کی شیرینی کو آشکارا کرنے کی کوشش کی ہے اس کتاب میں علامہ اقبال نے اپنا مقابلہ گوئٹے سے کیا ہے۔ چونکہ اس تقابل میں اقبال کے احساسِ دروں کا اظہار ایک مخصوص انداز سے ہوا ہے، اس لیے یہاں ان مضامین کی طرف اشارہ کر دینا نامناسب نہ ہوگا۔ اقبال کہتے ہیں:

"گوئٹے ایک چمن زادہ اور چمن کا پروردہ ہے اور میں ایک مردہ زمین میں پیدا ہوا ہوں۔ وہ بلبل کی طرح چمن میں فردوس گوش ہے۔ میں صحرا میں جرس کے مانند مصروف خروش ہوں، دونوں مثل آئینہ اور صبح کی مانند روشن خنجر ہیں لیکن وہ برہنہ ہے اور میں ہنوز نیام کے اندر ہوں۔ دونوں دریائے ناپیدا کنار کے تابناک گوہر ہیں، لیکن وہ صدف سے باہر آ کر اپنی تابناکی دکھا رہا ہے اور میں ابھی تک صدف کے اندر ہی ہوں۔ مجھے ہنر سے آراستہ کیا گیا ہے لیکن دیارِ ہند میں قدر ناشناسی کا شکار ہوں۔ میں اپنے ہی چمن میں اجنبی ہوں اور میری آواز سے اس چمن کے لالہ و گل بے بہرہ ہیں[1]"

لیکن یہ کیفیت تا دیر قایم نہ رہی۔ اقبال نے اپنی شاعری سے کئی دوسری زبانوں کے شعر و ادب کو متاثر کیا ہے۔ گذشتہ صفحات میں دانشوروں کے نظریات پیش کیے جا چکے ہیں جن سے ان کی عظمت اور مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

---

[1] مقدمہ پیام مشرق از اقبال۔

اسرار و رموز میں بنیادی موضوع خودی کا ارتقاء ہے اور یہ موضوع زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے لیکن بعض دوسرے مضامین کی طرح اقبال نے ان مثنویوں میں سرمایہ اور مزدور کو الگ موضوع کے تحت نہیں لکھا ہے۔ اقبال اور مارکس دونوں سرمایہ داری کے خلاف ہیں یعنی لا میں دونوں شریک ہیں۔ اقبال کی راہ الا اللہ سے الگ ہو جاتی ہے۔ لیکن اقبال پُر امید ہیں کہ روس کبھی ایک دن لا سے الا کی طرف آئے گا کیونکہ نفی کے بعد اثبات لازم ہے۔ اس لیے اقبال انقلاب روس کو فال نیک سمجھتے ہیں، مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوام شرق" میں کہتے ہیں :

آیدش روزی کہ از زور جنون
خویش را زین تند باد آرد برون

ایک دن ایسا آئے گا کہ جنون کے زور سے اپنے کو ہوا کے اس طوفان سے باہر نکال لے گا۔

در مقام لا نیاساید حیات
سوی الا میخرامد کائنات

زندگی کا نظام محض لا پر برقرار نہیں رہ سکتا کائنات الا اللہ کے قانون پر گامزن ہے۔

لا و الا برگ و ساز امتاں
نفی بے اثبات مرگ امتاں

لا اور الا امتوں کا سرمایۂ حیات ہے، اثبات کے بغیر نفی سے امتوں کی موت ہے۔

اے کہ می بینی نیرزد با دو جو
از جلال لا الہ آگاہ شو

اے وہ جو کہ تم دیکھ رہے ہو وہ دو جو کے برابر بھی نہیں ہے۔ اللہ کے جلال سے خبردار رہو۔

اقبال کی چار کتابوں سے فارسی میں ان کی شاعرانہ صلاحیت پورے طور پر ابھر کر

سامنے آجاتی ہے یعنی اسرار خودی، رموز بے خودی، پیام مشرق اور جاوید نامہ۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اقبال کی شخصیت بتمام و کمال اس میں نمودار ہو جاتی ہے۔ شخصیت کے مطالعہ کے لیے ان کی نثری تصانیف، اردو شاعری اور ان کی خود عملی زندگی کا بھی مطالعہ ضروری ہے۔ مذکورہ کتابوں میں اقبال کا فن فارسی شاعری میں پوری طرح جلوہ گر نظر آتا ہے اور ان کے تمام بنیادی افکار ان میں آجاتے ہیں، بقیہ شاعری اس کی مزید توضیحات ہیں۔ لیکن اقبال ایک خیال کو اردو اور فارسی میں طرح طرح سے ادا کرتے ہیں۔ ہر انداز میں ایک نئی دلکشی محسوس ہوتی ہے۔ یہ شاعر کی وجدانی قوت اور قادر الکلامی کی دلیل ہے۔ اقبال کے افکار کا تجزیہ اس مختصر مضمون میں مقصود نہیں ہے۔

اقبال کے افکار و تعلیمات

ہم یہاں ان کے چند اشعار نقل کرنے پر اکتفا کریں گے جن سے ان کے پیغام، تعلیمات اور افکار کا کچھ اندازہ ہو سکے گا۔ علامہ اقبال اپنی شاعری کے بارے میں کہتے ہیں :

گلہ از نغمۂ شوقم کہ بیابی دردی
رمز درویشی و سرمایۂ شاہنشاہی

میرے نغمۂ شوق سے بے پروا مت ہو کہ اس میں تمہیں درویشی کا راز اور شاہنشاہی کا سرمایہ ملے گا۔

حق رموز ملک و دین بر من کشود
نقش غیر از پردۂ چشمم ربود

حق نے مجھ پر ملک اور دین کے اسرار کھول دیے، غیر کا نقش میری آنکھوں سے دور کر دیا۔

اگر نازک دلی از من کران گیر
کہ خونم می تراود از نوایم

اگر تم نازک دل ہو تو مجھ سے دور ہو جاؤ کیونکہ میری نوا سے خون ٹپکتا ہے۔

عشق و عقل

عاشقی محکم شو از تقلید یار
تا کمند تو شود یزدان شکار

اگر تم عاشق ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید میں مستحکم ہو جاؤ تاکہ تم رضائے الٰہی حاصل کر سکو۔

حرم اندر سرم بتخانہ ای ریخت
خلیل عشق دیرم را حرم کرد

عقل نے میرے سر میں بتخانہ بنایا عشق کے خلیل نے بتخانہ توڑ کر اسے حرم بنا دیا۔

صوفیانہ وجدان

ز موج صبا پنہان دزدیدہ بباغ آئی
در بوی گل آمیزی با غنچہ در آویزی

موج صبا، غنچہ اور بوئے گل ہر چیز میں تو ہی تو ہے۔

از من برون نیست منزل گہ من
من بی نصیبم راہی نیابم

میری منزل مجھ سے باہر نہیں ہے میں ہی بے نصیب ہوں کہ راہ نہیں پاتا

جسم و جان

تنی پیدا کن از مشت غباری
تنی محکم تر از سنگین حصاری

تمہارا جسم سنگین حصار سے بھی زیادہ مضبوط ہونا چاہیے اور دل دردآشنا جیسے کوہسار کے کنارے جوئے آب

درون او دل دردآشنایی
چو جویی در کنار کوہساری

ملت

فرد میگیرد ز ملت احترام
ملت از افراد می یابد نظام

فرد کی عزت ملت سے ہے
ملت افراد سے منظم ہوتی ہے

ملت از یکرنگی دلہاستی
روشن از یک جلوہ این سیناستی

ملت لوگوں کے دلوں کے اتفاق سے قائم رہتی ہے اتحاد و اتفاق کی روشنی سے یہ روشن ہے۔

ہر یکی از ما امین ملت است
صلح و کینش صلح و کین ملت است

ہم میں سے ہر ایک ملت کا امین ہے
فرد کا صلح و کین ملت کا صلح و کین ہے

عدل و مساوات

گفت قاضی فی القصاص آمد حیات
زندگی گیرد ازین قانون ثبات

قاضی نے کہا قصاص میں زندگی ہے اسی قانون سے زندگی امن کے ساتھ قائم رہتی ہے۔

عبد مسلم کمتر از احرار نیست
خون شہ رنگین تر از معمار نیست

غلام آزاد سے کمتر نہیں ہے بادشاہ کا خون معمار سے زیادہ قیمتی نہیں ہے۔

عورت

نیک اگر بینی امومت رحمت است
زانکہ اورا با نبوت نسبت است

اگر غور سے دیکھو تو ممتا رحمت ہے کیونکہ اسے نبوت سے نسبت ہے

شفقت او شفقت پیغمبر است
سیرت اقوام را صورتگر است

ماں کی شفقت پیغمبر کی شفقت کی طرح ہے اقوام کی سیرت کو سانچے میں ڈھالنے والی ہے۔

ملت از تکریم ارحام است و بس
ورنہ کار زندگی خام است و بس

ملت عورت کی عزت سے استوار ہے
ورنہ زندگی کے معاملات خام ہیں

فارسی	اردو
حافظ رمز اخوت مادران	ماں اخوت کے رمز کی محافظ ہے
قوت قرآن و ملت مادران	ماں قرآن اور ملت کی قوت ہے
می تراشد مہر او اطوار ما	اس کی محبت ہماری سیرت کو ڈھالتی
فکر ما گفتار ما کردار ما	ہے ہماری فکر، ہماری گفتگو اور ہمارے کردار کو وہی شکل دیتی ہے۔

ظالم کے سامنے حق بات کہو

فارسی	اردو
اے کہ اندر حجرہ ہا سازی سخن	اے وہ جو بند کمروں میں باتیں بناتے
نعرۂ لا پیش نمرودی بزن	اور صرف گفتار کے غازی ہو، نمرود کے سامنے نعرۂ حق بلند کرو۔

تشویق حصول علم و حکمت

فارسی	اردو
حکمت اشیاء فرنگی زاد نیست	حکمت اشیاء انگریزوں کے ذہن کی
اصل او جز لذت ایجاد نیست	پیداوار نہیں ہے، اس کی اصل علم و ایجاد کا شوق ہے۔
نیک اگر بینی مسلمان زادہ است	اگر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ یہ مسلمانوں
این گہر از دست ما افتادہ است	کی ایجاد ہے، یہ موتی ہمارے ہاتھوں سے گر گیا۔
این پری از شیشۂ اسلاف ماست	یہ پری ہمارے اسلاف کے شیشے میں
باز صیدش کن کہ او از قاف ماست	تھی اسے پھر شکار کرو کہ یہ ہمارے ہی کوہ قاف کی بسنے والی ہے۔

غیروں پر انحصار مت کرو

فارسی	اردو
آن جہانبانی کہ ہم سوداگر است	وہ جہانبان (انگریز) جو سوداگر بھی ہے
بر زبانش خیر و اندر دل شر است	اسکی زبان پر خیر اور دل میں شر ہے
بے نیاز از کارگاہ او گذر	اس کی کارگاہ سے بے نیاز ہو جاؤ
در زمستان پوستین او مخر	سردی کے موسم میں بھی اسکا پوستین مت خریدو۔
بوریاے خود بقالینش مدہ	اپنی بوریا کو اس کی قالین کے بدلے مت
بیدق خود را بفرزینش مدہ	چھوڑو، اپنے بیدق کو اس کے فرزین کے بدلے میں نہ دو۔

یہ چند اشعار اقبال کے طرز فکر کو بخوبی واضح کرتے ہیں۔ اقبال کی فکر کو بار بار عام کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ اس کا وصف اقوام کو خواب غفلت سے بیدار کرنا اور کجروی سے بچانا ہے۔

جنوبی افریقہ میں اُردو کا فروغ

از پروفیسر سید حبیب الحق ندوی، ڈربن۔

• پروفیسر سید حبیب الحق ندوی حال ہی میں ہندوستان تشریف لائے تھے، انھوں نے پٹنہ میں انجمن ترقی اردو بہار کے زیر اہتمام ایک جلسہ میں جنوبی افریقہ میں اردو کی ترقی کی رفتار پر ایک بسوط اور پُراز معلومات تقریر کی تھی، جس کو قارئین معارف کی دلچسپی کے لیے شایع کیا جاتا ہے۔ "ض"

مغربی استعمار نے دنیا کے ہر ملک کو تاراج کیا۔ استعماری رقابت جنوبی افریقہ میں بھی باہم متحارب رہی۔ انگریز۔ ڈچ۔ فرنچ۔ پرتگیز۔ جرمن وغیرہ سے قسمت آزمائی کی اور اس ملک کو اپنی نوآبادی بنانے کے لیے جنگیں لڑیں۔ انگریز اور ڈچ کامیاب ہوئے۔ ملک کے اصل سیاہ فام (BLACK) باشندے خود اپنے ہی ملک میں مہمان بن کر رہ گئے اور زندگی کی ہر مراعات سے محروم، مایوسی اور حرمان کی زندگی گذارتے رہے، استعماری قومیں افریقی ممالک کو جنگلی جانوروں۔ شیر۔ سانپ اور بچھو کی آماجگاہ بتاکر دنیا کی آنکھ میں خاک جھونکتی رہیں اور یہاں کے ہیرے سونے اور دیگر معدنیات لوٹتی رہیں۔

جنوبی افریقہ میں اسلام کے ظہور اور مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ سولھویں صدی سے شروع ہوا۔ جب ڈچ استعماریوں نے بٹاویہ اور انڈونیشیا کے ممالک پر قبضہ کیا اور وہاں کے سلاطین اور شاہزادوں کو گرفتار کرکے پابہ زنجیر کیپ ٹاؤن لاکر نظر بند کیا۔ ان کی سزا

کے لیے یہ گویا کالا پانی کے مترادف تھا، مسلمان یہاں ۱۵۹۴ء میں آئے اور اسلامی کلچر کی داغ بیل ڈالی نیز عربی فارسی اور شرعی قوانین وغیرہ کو فروغ دیا اور مساجد و مدارس کا جال بچھادیا۔ ۱۹۹۴ء میں یعنی گذشتہ سال یہاں ظہور اسلام کی چہار صد سالہ تقریبات اہتمام کے ساتھ منائی گئیں۔ نلسن منڈیلا صدر ملک نے اس کا افتتاح کیا۔ بحر ہند کے کنارہ ڈربن شہر میں ہندوستان سے مزدوروں کی آمد کا سلسلہ ۱۸۶۰ء سے شروع ہوا، یہی ہندوستانی باشندے یہاں اردو زبان و ادب کے وجود میں آنے کا باعث ہوئے اور یہی آج تک ڈربن میں اس کے محافظ بنے ہوئے ہیں۔

لسانی عصبیت کی قرآنی مذمت

آسمان اور زمین کی طرح اللہ تعالیٰ نے گوناگوں زبانوں کی تخلیق اور مختلف الالوان انسانی اجسام کی تکوین کو بھی اپنی عظیم نشانیوں میں گنایا ہے مگر یہ کس قدر افسوسناک امر ہے کہ زبان، رنگ و نسل نے آج سارے عالم میں فتنہ و فساد مچا رکھا ہے۔ انھی کی بنیادوں پر انسانوں اور ملکوں کی تقسیم ہو رہی ہے، سفید و سیاہ انسان برسر پیکار ہیں، اکثریت اقلیت کی زبان کو ہضم کر رہی ہے۔ اس کے کلچر اور مذہب کو فنا کر رہی ہے، یہ سب ظلم ہے، قرآن کریم نے لسانی استعماریت کی مذمت بھی اسی طرح کی ہے جس طرح سیاسی و معاشی استعماریت کی۔ عرب غیر عرب کو تحقیر آمیز خطاب عجم، (گونگا) سے ملقب کرتے تھے۔ اسی لسانی عصبیت نے بنو امیہ (عرب) اور موالی (ایرانی) کی کشمکش کو جنم دیا، جو تاریخ میں شعوبیہ تحریک کے نام سے معروف ہے اور جس نے اسلامی تاریخ کے کلچر کو متاثر کیا اور حکومتوں کے تختے الٹ ڈالے، آج تک اس کے اثرات اسلامی کلچر۔ زبان و ادب پر موجود ہیں۔ یہ اثرات منفی ہیں اور تباہ کن بھی۔ آج بھی عرب و عجم کی عصبیت نے عربوں کو تار عنکبوت

کی طرح پارہ پارہ کر کے رسوائی کی علامت بنا دی۔ عروبتہ اسلام پر حاوی ہے۔

اشتراکی روس کے زوال اور خاتمہ کا ایک سبب یہی اشتراکی لسانی پالیسی تھی۔
روس نے غیر روسی اقوام کو مختلف طبقوں اور گروہوں میں منقسم کر کے ان کی زبان، کلچر و
مذہب کو فنا کرنے کی کوشش کی اور آخر میں روسی زبان ان پر مسلط کر دی، اس کی وجہ
سے غضب اور نفرت کی آگ غیر روسی اقوام کے دلوں میں بھڑک اٹھی جس میں اشتراکی
روس جل بھن گیا۔ اس واقعہ سے ان اکثریتی اقوام کو جو اقلیتی فرقوں کی زبان و ثقافت کو
مٹانے کے درپے ہیں سبق لینا چاہیے۔ ذیل میں جنوبی افریقہ میں اردو کے فروغ اور اس کی ترویج
و اشاعت کے مختلف مرحلوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

جنوبی افریقہ میں اردو کیسے پہنچی جب مغربی استعمار نے جنوبی افریقہ کو اپنی کالونی بنانے
کے لیے مقامی باشندوں (بلیک) سے ان کی زمینیں چھین کر اپنے قبضہ میں لے لیا تو
مقامی کسانوں نے بغاوت کی اور استعمار کے خلاف برسرپیکار رہے۔ اس کی وجہ سے
افتادہ زمینوں کی کاشت کا مسئلہ درپیش تھا چنانچہ مزدوروں کی ضرورت پڑی۔ اس لیے
سستی اجرتوں پر ہندوستان سے وہ بلائے گئے۔ حکومت ہند (انگریز) نے پرمٹ
جاری کی۔ ۱۲ اکتوبر ۱۸۶۰ء کو پہلا جہاز ٹرورو (TRURO) کلکتہ سے مزدوروں کو
لے کر روانہ ہوا اور ۱۶ نومبر ۱۸۶۰ء کو صوبہ نٹال کے مصروف بندرگاہ ڈربن میں
لنگر انداز ہوا۔ اس صوبہ میں گنا کی کاشت زیادہ ہوتی تھی۔ ہندوستانی مزدوروں
میں ۱۹۷ مرد اور ۸۹ عورتیں اور ۴۵ بچے تھے۔ دس دن بعد دوسرے جہاز سے ۳۱۸
مزدور پہنچے، غرض جنوبی ہند۔ مدراس، راندھیر، گجرات، میمن، کوکن وغیرہ کے علاوہ بہار
یوپی بنگال کے مزدور بھی وہاں پہنچے، یہ سلسلہ ۱۸۶۰ء سے ۱۹۱۱ء تک جاری رہا۔ مدراس

والے تامل اور تلگو بولتے رہے اور بمبئی، گجرات کوکن کے لوگ گجراتی یا کوکنی یا میمنی۔ اپنی
مادری زبان پر قائم رہے۔ بہار یوپی والے اردو یا اودھی بولتے رہے۔ دلچسپ بات یہ
ہے کہ مسلمان تاجر 'عرب' کے نام سے پکارے جاتے تھے، کیونکہ انگریز عربوں کو تاجر کی
حیثیت سے ہی جانتے تھے۔

۳۴ برسوں میں یعنی ۱۸۶۰ء سے ۱۸۹۴ء تک ہندوستانی آبادی کی تعداد ۴۰ ہزار
کے قریب پہنچ گئی۔ نٹال کی حکومت گھبرائی۔ خطرہ پیدا ہوا کہ اگر یہی رفتار جاری رہی تو
انگریز اقلیت میں ہو جائیں گے۔ ہندوستانی معیشت و سیاست دونوں میں دخیل ہونے لگے۔
پرمٹ (اجازت نامہ) روک دیے گئے اور ہندی تاجر یا مزدوروں کی آمد بند کر دی گئی۔

اسی ہندی آبادی نے یہی اردو کمیونٹی کی تشکیل دی۔ ۲۰ برسوں میں اردو بولنے
والوں کی تعداد ۳ فیصد ہوگئی، گجراتی میمنی کوکنی بولنے والوں نے بھی اردو کو دوسری زبان
یا مذہبی اور ثقافتی زبان کی حیثیت سے تسلیم کر لیا اور اردو بولنے والوں نے تجارتی اور
معاشی ضروریات کے پیشِ نظر گجراتی میمنی وغیرہ کو دوسری زبان کی حیثیت سے قبول کر لیا۔
اس طرح یہ دونوں طبقے شیر و شکر کی طرح گھل مل گئے۔ اردو کمیونٹی میں اس وقت مزید
اضافہ ہوا جب انگریزوں نے ڈچ حکومت کے ساتھ جنگ کے لیے ہندوستان کے صوبہ
سرحد سے انڈین ریجمنٹ طلب کی۔ اس میں پٹھان اور پنجابی تھے، جن کی مادری زبان
پشتو یا پنجابی تھی اور اردو دوسری زبان تھی۔ انگریز اور ڈچ کے درمیان دو گھمسان کی
جنگ ہوئی۔ پہلی جنگ ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۱ء اور دوسری جنگ ۱۸۹۹ء سے
۱۹۰۲ء تک جاری رہی۔ یہ جنگ اینگلو بور جنگ کے نام سے معروف ہے۔ جنگ میں
جو سپاہی بچ گئے وہ جنوبی افریقہ میں ہی بس گئے، وطن واپس نہیں گئے۔ بتدریج ان کی

مادری زبان ختم ہوگئی اور اردو ہی ان کی اصل زبان بن گئی۔

اردو کمیونٹی میں اضافہ کا تیسرا مرحلہ اس وقت شروع ہوا، جب پہلی اور دوسری عالمی جنگوں میں برطانیہ نے پھر ہندوستان سے فوج طلب کی تاکہ کیپ آف گڈ ہوپ کی حفاظت کی جائے۔ سوئز کنال کے بعد یورپ کو ایشیا سے ملانے والا یہی راستہ تھا۔ ان جنگوں کے بعد بھی بچنے والے سپاہی یہیں آباد ہوگئے اور اردو کو اپنی زبان بنالیا۔ ان تین مراحل میں اردو بولنے والوں کی معتدبہ جماعت وجود میں آچکی تھی۔ اب اسکی ترتیب وتہذیب اور تشکیل نو کی ضرورت باقی تھی۔ جو صوفیائے کرام کی آمد کے بعد انجام پائی۔

اردو کو بنانے اور سنوارنے میں صوفیائے کرام کا حصہ

فروغ اردو کا نمایاں دور اس وقت شروع ہوا جب صوفیائے کرام رشد وہدایت کے لیے جنوبی افریقہ پہنچے اور اردو زبان کو ذریعہ ابلاغ بنایا۔ صوفی غلام محمد آسؒ بمبئی (کلیان کے شہری) بغداد اور حیدرآباد دکن میں روحانی تربیت حاصل کرنے کے بعد اصلاح وارشاد کے لیے ۱۸۹۵ء میں ڈربن پہنچے۔ انہوں نے مدارس اور مساجد کا ایک جال بچھادیا۔ اسلام کی تبلیغ شروع کی ان کی تعلیم اور تقریر کی زبان اردو تھی۔ اُن کی تطہیر ان کا عظیم کارنامہ تھا۔ ہند و مسلم اختلاط کی وجہ سے اردو زبان میں ہندی اور سنسکرت کے الفاظ بھی داخل ہوگئے تھے، مثلاً مندر۔ پوجا۔ پرشاد۔ بھگوان وغیرہ الفاظ جو مشرکانہ تصورات کی ترجمانی کرتے تھے۔ رائج ہو چکے تھے مسلم کمیونٹی بھی یہی الفاظ استعمال کرنے لگی، صوفی صاحب نے ان الفاظ کی جگہ خالص اردو میں مستعمل الفاظ کو رائج کیا، جو ہندوان کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے انہوں نے بھی اردو کو اپنی مذہبی اور کلچرل زبان

کی حیثیت سے تسلیم کیا۔ شادی بیاہ، نکاح، موت حیات، مذہبی مراسم میلاد، عرس اعراس میں اردو مستعمل رہی۔ اس طرح اس نے صدر نشین کی جگہ اختیار کرلی میمنی کوکنی گجراتی بولنے والوں نے بھی اس کو افتخار کا ذریعہ تصور کیا اور اب مسلم آبادی کے تشخص کا علامتی نشان (CULTURAL IDENTITY) بن گئی، اس طرح اردو مذہبی اور (SARED) اور ثقافتی (کلچرل) زندگی کی ترجمان کی حیثیت سے اُبھری اور اشاعت اسلام اور تعلیم وتدریس میں ابلاغ کا ذریعہ بن گئی۔ ۱۹۱۰ء میں صوفی صاحب کی وفات کے بعد مساجد ومدارس میں ائمہ اور اساتذہ کی بڑی تعداد برصغیر ہند وپاک سے وہاں پہنچ گئی۔ ان سب کی زبان اور ذریعہ ابلاغ اردو رہی۔ ۱۸۶۰ء سے ۱۹۷۹ تک ۵، فیصد مدارس میں اردو کے ذریعہ تعلیم دی جاتی رہی۔ مگر چونکہ انگریزی اسکولوں اور کالجوں نیز تجارت و ملازمت کی زبان تھی، اس لیے اردو کے خلاف اسکی جارحیت برابر جاری رہی، تعلیم اور ملازمت کی مجبوری کی وجہ سے اس کا دباؤ بڑھتا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۷۷ سے ۱۹۸۹ تک ۶۸ سے ۹۳ فی صدی اسلامی اسکولوں میں انگریزی ذریعہ تعلیم بن گئی۔ اس کے بغیر سرکاری اسکولوں، کالجوں اور ملازمتوں میں داخلہ ممکن نہ تھا۔ دس فیصد اسکول و مدارس میں اردو ہنوز ذریعۂ تعلیم رہی اور ۱۵ فیصد میں اردو اور انگریزی دونوں زبانیں (BI-LINGUAL) استعمال کی جانے لگیں۔ انگریزی کی اس جارحیت کے باوجود اردو مسلمانوں کی علامتی شناخت کی حیثیت سے ترقی پذیر اور مقبول رہی، اردو زبان میں قرآن وحدیث کے اثرات واضح ہیں۔ ان اثرات کو میمنی، کوکنی، گجراتی سبھوں نے خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کیا۔

فروغ اردو میں ڈربن یونیورسٹی کی جدوجہد

اپریل ۱۹۷۸ میں ڈربن یونیورسٹی کے شعبۂ عربی

اردو اور فارسی کے زیر اہتمام ایک قومی اردو کانگریس منعقد کی گئی۔ اسی موقع پر علامہ اقبال کی صد سالہ جشن پیدائش کا بھی اہتمام کیا گیا۔ مقالات پڑھے گئے۔ لکچرز ہوئے مشاعرہ میں قومی شاعر اور شاعرات نے اپنے کلام پیش کیے۔ سہ روزہ کانگرس کے بعد قومی مندوبین نے حکومت وقت (سفید نسلی امتیاز کی حکومت) سے مطالبہ کیا کہ وہ اردو زبان کو پرائمری سے میٹرک تک نصاب میں شامل کرلے۔ مطالبے کا سلسلہ ۱۹۷۸ سے ۱۹۸۳ تک جاری رہا۔ بالآخر ۱۹۸۳ میں وہ مبارک لمحہ آیا کہ حکومت نے اردو کو ایک آزاد زبان کی حیثیت سے پرائمری سے میٹرک تک داخل نصاب کیے جانے کی منظوری اس شرط سے دی کہ اس کی تدریس میں بھی وہی مناہج استعمال کیے جائیں گے جو انگریزی، فرینچ جرمن وغیرہ زبانوں کی تدریس میں مستعمل ہیں۔ تاکہ معیار میں کسی طرح کی کمی نہ ہو۔ ان شرائط کو پیش نظر رکھ کر شعبۂ اردو نے نصاب مدون کیا، جسے وزارت تعلیم نے منظور کرکے نافذ کردیا اور یہ ہدایت بھی کی کہ مدارس کا قدیم طرز تدریس غیر مقبول ہوگا۔ اردو کی تمام اہم تنظیموں، مدرسوں اور اداروں نے اس کی تعلیم کو ۳ سے ۴ برسوں کے اندر اپنے اپنے یہاں رائج کرلیا۔ ان اداروں میں مدرسہ صالحات (گرلز اسکول) قابل ذکر ہے۔ یہاں سہ سالہ اردو نصاب ہے اگر مائیں اردو داں ہوں گی تو بچوں کی مادری زبان بھی اردو ہوگی۔ مزید براں یہی استانیاں دوسرے اسکولوں یا مدارس میں اردو کی تعلیم دیں گی۔ اس مدرسہ کے علاوہ جمعیۃ العلما یعنی جمعیۃ العلماء کے مدارس میں بھی اردو داخل نصاب ہے۔

ریڈیو اور ٹی وی پر اردو پروگرام کی اشاعت زبانوں کی اشاعت کا سب سے اہم ذریعہ ریڈیو اور ٹی وی ہے۔ اردو کمیونٹی کی روز افزوں ترقی نے جنوبی افریقہ کے ریڈیو اور

ٹی۔وی اسٹیشنوں کو بھی اشاعت پر مجبور کیا۔ ریڈیو ٹرورو (TRURO) سے اگیارہ سال سے ہفتہ میں سات دن اردو پروگرام پیش کیے جاتے رہے۔ نعت خوانی، قوالی۔ لکچرز۔ ڈرامے وغیرہ دن میں ۹ بجے سے رات کے دس بجے تک نشر ہوتے رہے۔ ۱۹۷۳ء میں دو مزید ریڈیو اسٹیشن کا وجود عمل میں آیا۔ سرکاری ریڈیو .S.A.B.C طاقتور تھا۔ ہر اتوار کو دس بجے سے ۱۲ بجے تک اردو ہندی پروگرام نشر ہوتے ہیں۔ دوسرا پرائیوٹ ریڈیو MNET بھی اردو پروگرام نشر کر رہا ہے۔

ریڈیو لوٹس (LOTUS) بھی ۱۹۷۳ء میں قائم ہوا اور ۶ بجے صبح سے رات کے ۱۲ بجے تک فلمی گانے نشر کرتا رہتا ہے جو خالص اردو زبان میں ہیں اور پورا ملک انہیں سنتا ہے یہ ریڈیو اسٹیشن اب انڈین کمیونٹی کے مذہب اور تہذیب و کلچر کے ابلاغ کا علامتی ذریعہ بن گیا ہے۔ غزلوں اور قوالیوں کے لیے مخصوص گھنٹے کر دیے ہیں جو اردو ٹریز کے نام سے معروف ہیں۔ لطف یہ ہے کہ مقامی باشندے (بلیک) بھی اردو نغموں سے متعارف ہو رہے ہیں اور بعض تو اس ترنم کے دلدادہ بھی ہیں۔

آج کل ابلاغ و اشاعت کا دوسرا اہم ترین ذریعہ T.V ہے۔ .S.A.B.C کے زیر اہتمام ہر اتوار کو اردو ہندی پروگرام پیش کیا جاتا ہے۔ .M NET اسٹیشن کے ذریعہ بھی اردو پروگرام نشر کیا جارہا ہے۔ نئی حکومت ریڈیو اور T.V کے تمام سابقہ پروگرام پر نظر ثانی کر رہی ہے۔ کوشش جاری ہے کہ ہر کمیونٹی کو زیادہ سے زیادہ وقت دیا جائے۔ امید ہے اردو کو اس سے مزید فائدہ ہوگا۔

ادبی انجمنوں کا قیام اور اردو لٹریچر کی اشاعت اب جنوبی افریقہ میں تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی کا لٹریچر بہت عام ہے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی کی تالیفات بھی مقبول ہیں۔

ان کے علاوہ سنی جماعت اور رضا اکیڈمی کی کتابوں کی اشاعت ہو رہی ہے۔ جمعیۃ العلماء ٹرانسوال اردو پریس قائم کرکے مدارس کے بچوں کے لیے نصاب کی کتابیں اردو میں طبع کر رہی ہے۔ ڈربن یونیورسٹی میں اردو کا ذخیرہ غالباً براعظم افریقہ میں سب سے زیادہ ہے، اس طرح اردو لٹریچر کی توسیع و اشاعت سے اردو زبان کو بڑا فروغ ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ وہ لسانی و ادبی انجمنیں بھی قابل ذکر ہیں جو فروغ اردو ہی کے لیے وجود میں آئی ہیں، بزم ادب کی انجمنوں کے زیر اہتمام سارے ملک میں ادبی اجتماعات اور شاعرے ہو رہے ہیں۔ یہ برصغیر کے ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں کو مدعو کرکے ان کے محاضرات و لکچر کا انتظام کرتی ہیں۔ ڈربن کی بزم ادب کی سرگرمیاں ۱۹۶۵ء سے جاری ہیں، دوسرا اہم ادارہ "اقبال اسٹڈی گروپ" کے نام سے قائم ہے جس میں بڑے بڑے علماء و فضلاء نے محاضرات پیش کیے ہیں، اس سلسلے میں ماہر القادری، مولانا فضل الرحمٰن انصاری، مولانا سعید احمد اکبر آبادی وغیرہ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یوم اقبال اور شام ادب منانے کا رواج بھی عام ہوا ہے۔ جامعہ ڈربن نے غالب اقبال اور دوسرے شعراء کے یادگاری سالانہ مشاعرے منعقد کیے، علامہ سید سلیمان ندوی ؒ کی صد سالہ یوم پیدائش کا اہتمام کیا اور ۱۴ سو سالہ ہجرہ تقریبات سارے ملک میں بڑے اہتمام کے ساتھ منائیں اور اسلام پر لکچرز کے لیے امریکہ کے پروفیسر ٹی بی اروِنگ کو دو ماہ کی دعوت دی۔

مشاعروں کا اہتمام۔ شعراء اور شاعرات کی خدمات مشاعرہ اردو زبان و ادب کی خاص دین ہے، جسکے ذریعہ زبان کی اشاعت کے ساتھ ساتھ ادب و شعر کا ذوق عوام و خواص میں پیدا کیا جا رہا ہے۔ جنوبی افریقہ میں پہلا مشاعرہ ۱۹۳۵ء میں منعقد ہوا جسکی صدارت

ہند کے ایجنٹ سید علی رضا نے کی، اس مشاعرہ میں چند مقامی شعراء ابھر کر سامنے آئے امین فاروقی مہتر، مولانا بشیر اور منشی تمیل تھے، فاروقی کو ملک کا POET LA-UREATE کہا جاسکتا ہے۔ صاحب دیوان تھے۔ تخیلات فاروقی پہلا ضخیم دیوان تھا جس کی اردو کتابت و طباعت دونوں جنوبی افریقہ میں ہوئی، ان کے قطعات اور اردو انگریزی کتابیں طبع ہوئیں، ان کا اہم کارنامہ شعرائے جنوبی افریقہ کی تالیف و تدوین تھا، اس میں ۴۴ شعراء کے حالات زندگی اور نمونۂ کلام جمع کرکے انہوں نے دہلی کے امداد صابری مرحوم کو ارسال کیا تھا، جنھوں نے ۱۹۷۸ میں اسے دہلی سے طبع کیا اور انہی کو اسکا مؤلف کہا جاتا ہے حالانکہ سارا کام فاروقی صاحب کا ہے۔ ڈربن کے بعض خاندان تو ہمہ خانہ آفتاب کے مصداق تھے، ان کے اکثر افراد شاعر یا شاعرہ تھیں۔ امین میر فیملی الف ن۔ میر-اے۔ سی میر یونس میر معروف ہیں۔ دوسرا خانوادہ صفی صدیقی کا ہے، ان کے والد محمد بشیر صدیقی، چچا احمد مختار اور ہمشیرہ بیدہ انصاری سب سے اچھے شاعر اور شاعرہ ہوئے۔ صفی صدیقی ہنوز بچوں کے لیے اردو نصاب تیار کرتے ہیں اور انگریزی اشعار کے ہلکے پھلکے منظوم ترجمے اردو ہی میں کرتے رہتے ہیں، ریڈیو اور T.V ڈرامے بھی لکھتے رہتے ہیں۔ ان دونوں خاندانوں نے بزم ادب اردو کی بڑی خدمت کی ہے۔ جبکہ اقبال اسٹڈی گروپ کے صدر کریم بھائی میمن فروغ اردو میں پیش پیش رہتے ہیں۔ بڑی ستھری اور پاکیزہ اردو بولتے ہیں۔ اقبال کے شیدائی ہیں۔ جنوبی افریقہ کی مزاحیہ شاعری کو غلام عباس جلیل نے چار چاند لگایا۔ مشاعرہ کا مجمع عام طور پر مرحوم کی شاعری کی سماعت کے لیے ہی جمع ہوتا تھا۔ ماہر القادری نے ایک مشاعرہ میں موصوف کو استادِ شاعری کا خطاب دیا۔ جلیل داغ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

مرحوم کے انتقال سے مزاحیہ شاعری کے میدان میں ناقابل تلافی خلا پیدا ہو گیا ہے۔

مشاعرہ کا سب سے دلچسپ اور حوصلہ پرور پہلو خواتین شعراء ہیں، ان کے کلام میں سوز و درد اور حزن و الم کا عنصر مرد شعراء سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ سفید ظالم حکومت کے خلاف احتجاج و بغاوت کا اظہار مردوں اور خواتین دونوں کے کلام میں ملتا ہے۔ بزرگ شاعرات میں رضیہ صاحبہ۔ حوا بی بی حجاب، سیدہ انصاری۔ رقیہ شمع آمنہ ناز۔ فہمیدہ۔ فاطمہ نرگس وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ بعض تو ترنم سے بھی پڑھتی ہیں۔ حزینہ کیفیت کی وجہ سے مشاعرہ پر سناٹا طاری ہو جاتا ہے۔ بعض خواتین خود مشاعرہ میں شریک نہیں ہوتیں۔ اپنے کلام عنایت کر دیتی ہیں جنھیں عام طور پر صفی صدیقی صاحب پڑھا کرتے ہیں۔ بعض شاعرات سامعین کی صف میں بیٹھ کر اپنا کلام سُن لیتی ہیں۔ لیکن احتراماً یا شرم و حیاء کی وجہ سے ڈائس پر نہیں آتی ہیں۔ یہاں جو بیرونی شعراء تشریف لائے ہیں ان میں ماہر القادری، ٹھینگل صاحب اور حال میں راغب مراد آبادی، اقبال صفی پوری اور حمایت علی شاعر وغیرہ کا نام قابل ذکر ہے۔ مشاعرہ کے ساتھ قوالی کا دور سال بھر چلتا ہے۔ برصغیر کے قوال بمبئی و کراچی سے سال بھر دورہ کرتے رہتے ہیں۔ نعت خوانی اور غزل کے دور چلتے ہیں۔ بعض اوقات داخلہ کے لیے ٹکٹ بھی لگائے جاتے ہیں۔ اس کے باوجود ہال بھرا رہتا ہے۔ یہ دونوں ادارے یعنی مشاعرہ اور قوالی فروغ اردو میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

اردو کا روشن مستقبل | فروغ اردو کے جن مراحل کا ذکر اوپر کیا گیا ہے، ان کی بنا پر جنوبی افریقہ میں اردو زبان و ادب کا مستقبل نہایت روشن دکھائی دیتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اردو دنیا کی تیسری عظیم بولی جانے والی زبان ہے، جس کو برصغیر ہند و پاک

کے علاوہ باہر کے ہندی باشندے بھی بولتے ہیں۔ یونسکو UNESCO کے حالیہ بیان کے مطابق اردو دنیا کی دوسری بولی جانے والی سب سے بڑی زبان ہے۔ پہلی زبان چینی ہے اور دوسری اردو ہے۔ دنیا کی ہر بڑی یونیورسٹی اور تحقیقی ادارے میں اردو کے شعبے قائم ہیں، ایسی صورت میں مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ داغ نے صحیح کہا تھا ؎

اردو ہے جسکا نام ہمیں جانتے ہیں داغ   سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

فارم ۱۷

دیکھو نمبر ۸

معارف پریس اعظم گڈھ

نام مقام اشاعت : دار المصنفین اعظم گڈھ   پتہ : دار المصنفین اعظم گڈھ

نوعیت اشاعت : ماہانہ   نام پبلشر: "

نام پرنٹر : عتیق احمد   ایڈیٹر : ضیاء الدین اصلاحی

قومیت : ہندوستانی   قومیت : ہندوستانی

نام و پتہ مالک رسالہ : دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڈھ

میں عتیق احمد تصدیق کرتا ہوں کہ جو معلومات اوپر دی گئی ہیں وہ میرے علم و یقین میں صحیح ہیں۔

"عتیق احمد"

اخبار علمیہ

قوموں کی تہذیب و ثقافت کے فروغ اور ان کی جہاں گیر مقبولیت میں ان کی زبان سب سے زیادہ موثر اور کارگر ہوتی ہے، بیسویں صدی میں انگریزی زبان کا استعمار اس کا سب سے بڑا ثبوت ہے، حال ہی میں لندن کے اخبار دی ٹائمز کی ایک رپورٹ میں اس زبان کی موجودہ رفتار کے جائزہ میں بتایا گیا ہے کہ انگریزی زبان ۳۵۰ ملین لوگوں کی مادری زبان ہے اور اسی بنیاد پر اسے دنیا کی دوسری زبان قرار دیا گیا ہے، دنیا کا ہر پانچواں شخص کسی نہ کسی درجہ میں انگریزی بولتا ہے اور یہ ۷۰ ملکوں کی سرکاری زبان ہے، ڈیڑھ ہزار سال پہلے جرمنی کے ٹیوٹانی قبائل ترک وطن کے بعد جزائر برطانیہ میں آبسے تھے ان کے اور مقامی باشندوں کے اختلاط سے یہ زبان وجود میں آئی اور اب جس رفتار سے یہ ترقی پذیر ہے اس سے یہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ ۲۰۰۰ء تک عالمی معاشیات، حمل و نقل اور سائنسی تحقیقات جیسے شعبہ جات میں اس کو استعمال کرنے والوں کی تعداد ایک بلین سے زیادہ ہو جائے گی، برطانیہ کی حکومت اپنے اس سب سے بڑے ہتھیار کے اثر و نفوذ سے خوب واقف ہے، چنانچہ اسی مارچ کے مہینہ میں ملکی پیمانہ پر ایک خاص مذاکرہ کی تیاری کا اعلان ہوا ہے جس کا موضوع دنیا کے نقشہ میں برطانیہ کا موجودہ مقام ہے اور اس مذاکرہ میں بنیادی اہمیت انگریزی زبان کو حاصل ہوگی، دی ٹائمز کے الفاظ میں برطانیہ

کی سیاسی قیادت کے مقابلہ میں اس کی لسانی قیادت شک و شبہ سے بالاتر ہے ایک جائزہ کے مطابق ہالینڈ میں ہر شخص اور جرمنی میں ہر پانچ میں تین افراد انگریزی بولتے ہیں حتی کہ فرانس میں بھی ہر پانچ میں کم از کم ایک شخص معقول انگریزی بولتا ہے دی ٹائمز فخریہ لکھتا ہے کہ جب کوئی انگریزی سیکھتا ہے تو وہ انگریز قوم کے انداز فکر طرز معاشرت اور تہذیب و ثقافت کو قبول کرتا ہے، اس سلسلہ میں اس نے برٹش کاونسل اور بی بی سی کی شکل میں برطانیہ کے دو موثر ترین ذرائع اطلاع و ابلاغ کی تحسین بھی کی ہے، خصوصاً برٹش کاونسل نے انگریزی تہذیب و ثقافت کے فروغ میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے، معمولی رقم سے شروع کیا جانے والا یہ ادارہ اب برطانیہ کی حکومت کو سالانہ ۵۰۰ ملین پاؤنڈ کی دولت بھی دیتا ہے۔

حال ہی میں زبانوں کے متعلق امریکہ میں ایک اہم کانفرنس میں متعدد ماہرین لسانیات نے حصہ لیا، ان سب نے عام طور پر یہ محسوس کیا کہ دنیا کی تقریباً چھ ہزار زبانیں سرعت سے فنا پذیر ہوتی جا رہی ہیں اور آئندہ صدی میں یقین ہے کہ ان میں نصف سے زیادہ کالمعدوم ہو جائیں گی، اس خطرہ کے پیش نظر الاسکا یونیورسٹی کے ڈاکٹر مائیکل راؤس نے بجا طور پر کہا کہ بنی نوع انسان کی اس لسانی گوناگونی اور رنگا رنگی کا اتنا بڑا نقصان عظیم تباہی اور المیہ ہے، انسان کو اس سلسلہ میں نہایت محتاط اور باخبر رہنے کی ضرورت ہے ورنہ اس دنیا کا حسن اور لطف جاتا رہے گا، ماہرین کے خیال میں کبھی زبانوں کی تباہی کا سبب یہ تھا کہ جابر حکومتیں انکے درپے ہوتی تھیں مگر موجودہ دور میں تباہی کے اہم اسباب میں الکٹرونی آلات، سٹیلائٹ ٹی وی اور ٹیلی فون کا نظام ہے، ان چیزوں کے ذریعہ دنیا بھر کے لوگ اب ایک دوسرے

سے مربوط ہیں، خصوصاً سائنسدان عام طور سے ایک دوسرے سے انگریزی زبان میں گفتگو کرتے ہیں خواہ ان کے تجربہ خانے فرانس میں ہوں یا تائیوان میں، مردہ ہوتی ہوئی زبانوں کے طرفدار گو عالمی رابطہ کی ایک زبان کے مخالف نہیں تاہم وہ دوسری یا تیسری زبان کی حیثیت سے چھوٹی زبانوں کا زندہ رہنا اس سے بہتر سمجھتے ہیں کہ انکو انگریزی، عربی یا اسپینی جیسی بڑی زبانیں نگل جائیں، ویسے زبانوں کے بننے بگڑنے کا چلن ماقبل زمانۂ تاریخ سے ہے، جب انسان دس سے پندرہ ہزار تک بولیاں بولتا تھا مگر اب صرف چھ ہزار زبانوں کا چلن ہے اور ان کے بھی بگڑنے کا عمل جس تیزی سے جاری ہے اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ دنیا کی بیس سے پچاس فیصد زبانوں کو اب بچے سیکھنا نہیں چاہتے۔

آسمان وزمین کے خلق اور نوع انسانی کے رنگ وشکل کے فرق واختلاف کی طرح ابتدائے آفرینش ہی سے زبانوں کے متعلق ذہنوں میں تجسس وتحیر پیدا ہوتا رہا، بعض سوالات نسل درنسل منتقل ہوتے گئے، لیکن ان کا جواب ممکن نہیں ہو سکا تاہم انکی تکرار آج بھی ہو رہی ہے جیسے دنیا کی سب سے پرانی زبان کون ہے؟ آغاز میں الفاظ کیسے وجود میں آئے ہوں گے؟ جنت عدن میں ہمارے جدامجد نے کس زبان میں گفتگو کی ہو گی؟ کیا تمام زبانوں کا سرچشمہ ایک ہی ہے؟ ان سوالات کے متعلق بحثیں خواہ کتنی ہی بے نتیجہ ہوں لیکن علم وفکر کے ذخیرے میں قرائن وقیاسات کا اضافہ ضرور ہوتا ہے حال ہی میں ٹائمز آف انڈیا میں ڈیوڈ کرسٹل کی کیمبرج انسائیکلو پیڈیا آف لینگویج کا تعارف نظر سے گزرا، اس کتاب نے لسانیات کے شائقین کی توجہ اپنی جانب خاص طور پر مبذول کی ہے، مذکورہ بالا سوالوں کے علاوہ اس اہم

کتاب میں علم الالسنہ کے قریباً ہر گوشہ پر روشنی ڈالی گئی ہے، زبان کے نظریہ اس کی تاریخ ساخت اور تنوع پر ہمہ گیر مواد جمع کرنے کے علاوہ چھ نقشوں، خاکوں اور تصویروں کے ذریعہ ان مباحث کو واضح اور آسان کیا گیا ہے، تمام زبانوں کو مساوی حیثیت کی اہمیت کا حامل بتا کر ایک باب میں یہ فکر انگیز بحث بھی کی گئی ہے کہ خیالات اور زبان کے درمیان تعلق میں پیچیدگیاں اور مشکلات کیا ہیں۔ لیکن ان سے بھی زیادہ اہم اور دلچسپ بعض ایسے موضوع ہیں جو نسبتاً کم معروف ہیں مثلاً معمائی گفتگو، چیستانی بولی، بیوپاریوں کی بولی، مہمل زبان، مکھیوں کی بولی، منطق الطیر اور بگڑی انگریزی جس میں چینی، انگریزی اور جزائر غرب الہند کی مخصوص انگریزی وغیرہ شامل ہیں، ٹائمز آف انڈیا کے مبصر کے الفاظ میں یہ کتاب زبان کے اسرار وعجائب اور لطف وتحیر کا لامتناہی سیل رواں ہے۔

زبانوں کے متعلق یہ خبر بھی ہے کہ جرمن زبان میں بعض ترمیمات واصلاحات کا عمل شروع کیا گیا ہے، اس مقصد کے لیے آسٹریا، جرمنی اور سوئٹزرلینڈ کے سرکاری حکام حال ہی میں ویانا میں جمع ہوئے تاکہ ان اصلاحات کو باقاعدہ منظوری دی جاسکے، ان کا خیال ہے کہ زبان کی یہ تبدیلیاں آئندہ دس برسوں میں مقبول اور مروج ہو جائیں گی، جرمنی کے مندوب فرانسز نیل کے الفاظ میں ان اصلاحات سے زبان زیادہ منطقی اور سہل ہو گی، جرمن زبان میں اجنبی اور دخیل الفاظ کے متعلق بھی کئی تبدیلیاں کی گئی ہیں، ایسے بعض الفاظ کے لہجوں اور تلفظ میں صوتی مقاصد کے تحت تبدیلی نہیں کی جائے گی مثلاً DOUBLE اور TOUR کو DUBLE اور TUR نہیں لکھا جائے گا، حالانکہ جرمن بولنے والے ان الفاظ کو اپنے لہجہ میں

اسی طرح بولتے ہیں۔

زبانوں کے علم میں دل کی زبان کو شاید فنی لحاظ سے شامل نہیں کیا گیا ہے حالانکہ اس کی صداقت میں کوئی کلام نہیں اور اس کی ایک مثال ہندوستان کی جدید موسیقی خصوصاً فلمی موسیقی کے مشہور و کامیاب ترین نوجوان موسیقار اے' آر رحمن ہیں' تامل ناڈو سے تعلق رکھنے والے یہ موسیقار چند سال پہلے اپنے والد آر' کے شیکھر کے مذہب پر تھے، اچانک انہوں نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا تو لوگ حیران رہ گئے، وجہ دریافت کی گئی تو اس نوجوان کی زبان سے یہ نکلا کہ اسلام ہی میں امن و سلامتی ہے، یہی دین رحمت ہے۔

گذشتہ دنوں امریکا کی کتابوں کے بازار میں ایک کتاب حیرت انگیز طور پر سب سے زیادہ فروخت ہونے والی کتابوں میں سرفہرست رہی -I WANT TO TELL YOU- نامی اس کتاب کے مقابلے میں گزشتہ ۴۰ برسوں کے اندر چھپنے والی کسی بھی کتاب کی شہرت و مقبولیت ماند پڑ گئی، خیال ہے کہ اس کتاب سے ساڑھے چار ملین ڈالر کی آمدنی ہوگی، لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ کتاب مذہبی ہے نہ سائنسی بلکہ امریکا کی جیل میں قید ایک قاتل مجرم او' جے سمپسن کے وہ خود نوشت حالات ہیں' جن سے اس کا گھر جہنم بن گیا اور بالآخر اس نے اپنی بیوی کو قتل کر دیا، مقدمہ قائم ہوا تو اس نے عدالت کے سامنے جو صفائی کے بیانات دیے ان سے عوام کو اس مقدمہ سے دلچسپی ہوئی۔ چنانچہ جیل میں سمپسن کو تین لاکھ سے زیادہ خطوط ملے اور ان خطوط سے اسکو یہ کتاب لکھنے کی تحریک ہوئی۔

ع۔ ص۔

معارف کی ڈاک

مکتوب پٹنہ

پٹنہ ۱۸ جنوری' ۹۵ء

برادر عزیز گرامی قدر جناب اصلاحی صاحب ! سلام و رحمت فراواں

بحمداللہ زندہ ہوں' امید کہ آپ مع متعلقین بخیر ہوں گے۔ میں ڈربن جنوبی افریقہ سے وسط دسمبر میں عمرہ کرتا ہوا ہندوستان آیا اور یہاں دو ماہ قیام کا ارادہ ہے۔ ۲۵ یا ۲۶ جنوری تک ندوہ پہنچنے کا ارادہ ہے۔ دو چار دن کے لیے علی گڑھ کا قصد ہے تاکہ حضرت خلیق نظامی کے علم کدہ پر حاضری دوں۔ بعض دیگر بزرگوں سے بھی نیاز حاصل کرنے کا قصد ہے۔

رمضان شریف کا پہلا عشرہ مرشدی المعظم حضرت مولانا ابوالحسن ندوی مدظلہ کے ساتھ رائے بریلی میں گزارنے کا ارادہ ہے۔ آخری دو عشرے وطن پٹنہ میں گزارنے کے بعد واپسی ہے۔ مارچ کے پہلے ہفتہ میں روانہ ہو کر وسط مارچ تک یونیورسٹی پہنچ جانا ہے۔

پٹنہ میں انجمن ترقی اردو بہار کے زیر اہتمام ایک سیمینار میں محاضرہ زیر عنوان "جنوبی افریقہ میں فروغ اردو کے مراحل" پیش کیا۔ محاضرہ کی تلخیص پیش خدمت ہے اردو ہم سبھوں کی مادری زبان ہے، اس کی حفاظت ہمارا فریضہ ہے۔ ہمارا سارا دینی اور ثقافتی سرمایہ اسی زبان میں محفوظ ہے۔ زبان کا تحفظ گویا دینی اور ثقافتی

میراث کے تحفظ کے مترادف ہے۔

ادھر کئی سالوں سے میں بے حد مصروف رہا۔ آپکے ساتھ بھی کما حقہ رابطہ قائم نہیں کر سکا۔ ۱۹۹۱ء میں دار المصنفین میں زوالِ روس سے متعلق محاضرہ کے بعد سے پھر حاضری کا موقع نہیں ملا۔ اسی سفر میں کوشش کروں گا کہ اس علم کدہ کی زیارت ممکن ہو۔ ۱۹۹۱ء میں واپسی کے بعد مسلسل علمی اعتکاف رہا۔ بتوفیق الٰہی دو تین مفید تالیفات منصۂ مشہود پر آگئی ہیں۔ سب حالات حاضرہ (CURRERNTAFFAIRS) سے متعلق ہیں۔ امت مسلمہ کو حالات حاضرہ سے واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے اور مغربی دستکاری کی مسخ شدہ اسلامی تاریخ کی تشکیل جدید کی ضرورت ہے۔ ان تالیفات میں بوسنیا، مسلم روس اور اسلامک فنڈامنٹلزم اہم ہیں۔ انگریزی میں انکے عنادین حسب ذیل ہیں:

۱) BOSNIA BLEEDS WHILE THE MUSLIM WORLD SLEEPS.

۲) MUSLIM RUSSIA

۳) ISLAMIC FUNDAMENTALISM: A THEOLOGY OF LIBERATION AND A PRELUDE TO THE RE NAISSANCE.

امت مسلمہ کا جو رویہ بوسنیا کے سلسلہ میں رہا ہے وہ عبرتناک ہے۔ خون آشام بوسنیا کو دیکھ کر امت مسلمہ عملی اقدام تو کیا اٹھاتی سخت احتجاج تک کی ہمت نہ ہوئی۔ مغربی آقاؤں کا خوف حائل ہے۔ مسیحی دنیا یورپ سے مسلمانوں کے خاتمہ پر مصر ہے اور

سارا عالم یہ تماشا دیکھ رہا ہے۔ یہی NEW WORLD ORDER ہے اور یہی مغربی جمہوریت کا سیاہ چہرہ بھی۔

مسلم روس میں اس تاریخی حقیقت کا انکشاف کیا گیا ہے جس سے عام طور پر لوگ ناواقف ہیں۔ سارا روس سلاطین تاتار کی ملکیت و فرمانروائی میں تھا۔ RUS نام کے قبائل نے مسلمانوں کی غفلت سے فائدہ اٹھایا۔ یہ قبائل سلاطین کے غلام تھے۔ مسلمانوں نے ان کو ریاست کی محصولات (REVENUE) کا نگراں بنا کر اپنی گردن پر خود چھری چلائی۔ اسی (RUS) قبائل نے اسکے ذریعہ سیاسی قوت حاصل کی اور مسلم سلاطین پر حملے شروع کیے۔ ۱۵۵۲ء میں سقوط قازان کے بعد سے انھوں نے زار کا لقب اختیار کیا اور بتدریج مسلم ریاستوں پر قبضے کر لیے۔ انکے جانشین اشتراکی نے جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کیا۔ اسکی کچھ جھلکیاں تو ہم سبھوں نے آنکھوں سے دیکھیں۔ اللہ نے ان سفاکوں کو ۷۰ سالوں میں صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر ڈالا۔ تیسری کتاب اسلامک فنڈامنٹلزم میں اسلام کا پرزور دفاع ہے اور عالم مسیح کے ناپاک ارادوں کا انکشاف بھی (تقبیل اللہ)۔ والسلام

دعا گو دعا جو : خادم حبیب الحق ندوی۔

مکتوب کشمیر

۱۳ رمضان المبارک / ۱۴ فروری ۱۹۹۵ء

مکرمی و محترمی مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب ، زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گذشتہ سال (جون ۱۹۹۴ء) میں صحت خطرناک حد تک بگڑ گئی۔ نومبر کے مہینے میں

بیماری کی صحیح تشخیص ہوئی اور معدے کا فوری آپریشن ناگزیر بن گیا جو ۵ نومبر ۱۹۹۴ء میں صورہ میڈیکل انسٹیٹیوٹ سرینگر میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تاحال کامیاب ہے۔ اس مدت کے دوران ناقابل بیان پریشانی و پراگندگی سے سابقہ پڑا۔ لکھنے پڑھنے سے یکسر محرومی رہی، حالانکہ اس دوران آپ کا ایک تسلی نامہ بھی ملا تھا جس کا شکریہ ادا کرنا ضروری تھا مگر نہ کر سکا۔ اب جبکہ افاقہ ہوا تو معارف کے پرچوں کی ورق گردانی شروع کی۔ ایک پرچے میں آپ کے والد بزرگوار کے انتقال کی خبر پڑھی بروقت اظہار تعزیت نہ کرنے پر بڑی ندامت محسوس ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند کرے اور جوار رحمت و مغفرت میں جگہ نصیب فرمائے۔

معارف میرے نام وقت پر اور قاعدے سے پہنچتا ہے۔ سال رواں کے لیے اس چٹھی کے ساتھ چندہ بھی ارسال کرتا ہوں۔ اگر فراغتِ خاطر نصیب ہوسکی تو انشاء اللہ اس کی بزم تحریر میں پھر شرکت کروں گا۔ آج سے بارہ سال پہلے معارف میں کشمیر میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے موضوع پر میرا ایک مفصل مضمون کئی قسطوں میں شائع ہوا تھا۔ اس سلسلے کو آگے بڑھانے کا ارادہ ہے۔ مواد بالکل تیار ہے۔ صرف آخری ترتیب دینی ہے۔ ریاست جموں و کشمیر کی کلچرل اکیڈمی کی جانب سے میری ایک کتاب "کشمیر میں عربی شعر و ادب کی تاریخ" حال ہی میں شائع ہوئی ہے غالباً آپ کو اکیڈمی کی جانب سے ہی اسکے چند نسخے ملنے والے ہیں، اگر نہ ملیں تو میں از خود خرید کر ارسال خدمت کردوں گا۔ اگر قابل التفات ہو تو اپنے قلم سے چند سطور لکھکر خاکسار کی ہمت افزائی فرمائیں۔ عمیر الصدیق صاحب کا قلم بڑا وقیع، جاذب توجہ اور دلنشیں ہوتا ہے۔

امید ہے مزاجِ گرامی مع رفقائے کرام بخیر و عافیت ہوں گے۔ والسلام

مخلص: محمد فاروق بخاری۔

ادبیات

غزل

از جناب اقبال ردولوی

ضبطِ غم کا جو ہُنر رکھتے ہیں
وہ قیامت کا جگر رکھتے ہیں

کون دیوانے کو پہچان سکا
سب کو دعویٰ تھا نظر رکھتے ہیں

گردِ ہر راہگذر جسم پہ ہے
بس یہی رختِ سفر رکھتے ہیں

شب کی تاریکی سے لڑنے والے
اپنے قبضے میں سحر رکھتے ہیں

ان سے ملتے رہو اقبالؔ کہ جو
دولتِ دیدۂ تر رکھتے ہیں

غزل

از جناب ابو صہیب رومیؔ مچھلی شہری

مانا کہ دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ
اب دوستی بھی کرکے تو دیکھیں خدا کے ساتھ

وا ہو درِ قبولِ دعا ہر دعا کے ساتھ
پھیلیں دعا کے ہاتھ جو عذرِ خطا کے ساتھ

رشتہ جو استوار ہو اپنا خدا کے ساتھ
ہر مدعا بر آئے گا اپنی دعا کے ساتھ

دیکھا ہے چشمِ یار نے یہ کس ادا کے ساتھ
سو فتنے بھی اٹھے نگہِ فتنہ زا کے ساتھ

وہ کس مزے سے پوچھتے ہیں کس ادا کے ساتھ
کیسی وفا ہے پھر رہ نہ سکے جو جفا کے ساتھ

سیدھی زباں سے لے نہ سکے جو وفا کا نام
کیسے کوئی وفا کرے اس کج ادا کے ساتھ

یہ کیا کہا ہے معاف نہ ہوگا یہ جرم دیر
صاحب! کرم تو ہے وہی جو ہو خطا کے ساتھ

کیا خوشگوار ہوگی کچھ نہ پوچھیے
ہوتی رہے جو پرسشِ غم بھی جفا کے ساتھ

ڈرتا ہوں یہ کہ آہِ رسا نارسا نہ ہو — نکلے کہیں نہ جان ہی آہِ رسا کے ساتھ

صبر و قرار، تاب و تواں، جان و دل سبھی — ہیں بے وفا کہ سب ہیں اسی بے وفا کے ساتھ

یہ چشمۂ حیات سہی زندگی کہاں — چھوڑا کہاں ہے خضر نے یہ مجھکو لا کے ساتھ

جھک جائیگی یہ آپ جہاں آئے گا نظر — ایسا جبیں کو ربط ہے اس نقشِ پا کے ساتھ

ہے شغل بادہ یادِ بتاں ذکرِ مہوشاں — بیہوشیاں بھی رہتی ہیں ہوشِ خطا کے ساتھ

احساسِ جرم دل میں ہے رحمت نظر میں ہے — امیدِ درگذر بھی ہے خوفِ سزا کے ساتھ

یوں مل رہی ہے آس گلے آج یاس سے — ملتا ہو جیسے آشنا اک آشنا کے ساتھ

اے رخشِ عمر تھم تو ذرا دم تو لے سکوں — یہ کیا کہ جیسے شرط ہو باندھی ہوا کے ساتھ

رومی یہ حوصلہ ؟ کہ سوالِ "الست" پر — کی ہر بلا قبول فقط اک "بلیٰ" کے ساتھ

باقی رہے نہ یادِ بتاں دل میں سوچ لو — کعبہ کو رومی جاتے تو ہو پارسا کے ساتھ

کیسے سُنیں گے اہلِ سخن، رومی یہ غزل
ہے زیادتی یہ موسمِ رنگیں نوا کے ساتھ

غزل

از جناب محمد انعام اللہ صبا

ہر دامنِ دل جلوہ گہہ غم نہیں ہوتا — ہر پھول پہ آئینۂ شبنم نہیں ہوتا

آدابِ محبت کا یہ اعجاز تو دیکھو — بڑھتا ہے کرم اور ستم کم نہیں ہوتا

تم نے ہی سجائی ہے یہاں بزمِ محبت — اک تم ہی نہ ہوتے تو یہ عالم نہیں ہوتا

اس طرح تو جینے کی ادا راس نہ آئی — ایسے تو مداوائے شبِ غم نہیں ہوتا

گذرے ہیں صبا کیف شب و روز سے ہم بھی
کیا جانئے کیوں بارِ الم کم نہیں ہوتا

مطبوعات جدیدہ

اقوال سلف حصہ چہارم از جناب مولانا محمد قمر الزماں، متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ و کتابت و طباعت، مجلد، صفحات ۵۴۴، قیمت ۹۰ روپے، پتہ: مکتبہ دارالمعارف ۲۴۹، بخشی بازار، الہ آباد۔ یوپی۔

لایق مولف نے اقوال سلف کا جو مفید سلسلہ شروع کیا ہے اس کی دینی و تبلیغی حلقوں میں پذیرائی ہو رہی ہے، اس کے پہلے تین حصوں کا تعارف ان صفحات میں ہو چکا ہے، زیرِ نظر چوتھے حصہ میں ۴۸ ابرار و اخیار کے احوال، اقوال و ملفوظات کا عطر کشید کیا گیا ہے، ان میں شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی مولانا نانوتوی، مولانا محمد حسین فاروقی الہ آبادی، مولانا محمد علی مونگیری، مولانا محمد علی جوہر، مولانا انور شاہ کاشمیری، مولانا تھانوی، مولانا محمد الیاسؒ، مولانا مدنی اور مولانا سید سلیمان ندوی رحمہم اللہ جیسے مشاہیر شیوخ و اکابر امت کے ساتھ بعض دوسرے کم معروف اصحاب صلاح و تقویٰ کا تذکرہ بھی ہے، فاضل مرتب مولانا شاہ وصی اللہ اور مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی کے دست گرفتہ اور اب خود ہدایت و ارشاد کے منصب پر فائز ہیں۔ ارشادات و ملفوظات کے ذیل میں ان کے قلم سے مختصر توضیحی عبارتوں نے کتاب کی دلکشی اور فائدہ دوچند کر دیا ہے، علاوہ ازیں یہ کتاب صرف اقوال سلف کا مجموعہ ہی نہیں ہے بلکہ یہ تذکرۃ المتقین بھی ہے، جس کا مطالعہ نفع سے خالی نہیں۔

سراج الامت حیات و ملفوظات مولانا سراج احمد امروہوی از جناب حکیم عبدالمنان صدیقی مرحوم و مولانا اعجاز احمد اعظمی تقطیع متوسط، کاغذ و کتابت وطباعت عمدہ، مجلد مع گردپوش، صفحات ۲۴۸، قیمت ۶۰ روپے، پتہ: ماسٹر محمد قاسم جامعہ عربیہ اشرفیہ، پوہدی بیلا پوسٹ، گھنشیام پور، ضلع دربھنگہ، بہار

مولانا سراج احمد امروہوی مرحوم مولانا تھانوی کے فیض یافتہ اور خانقاہ اشرفیہ امدادیہ تھانہ بھون کے خاص مدرس تھے، پھر الہ آباد اور بہار اور آخر میں اپنے وطن امروہہ میں انہوں نے مسند درس کو رونق بخشی اس طرح ان سے خلق کثیر فیضیاب ہوئی، ضبط و حفظ اوقات میں وہ اپنے مرشد کے سچے مقلد تھے، ان کے ایک لائق خلیفہ مولانا حکیم عبدالمنان مرحوم نے ان کی بعض مجالس کے اقوال وارشادات کو مرتب کیا تھا، زیر نظر کتاب میں ان کے ملفوظات کے علاوہ ان کے سوانح بھی سلیقہ سے پیش کیے گئے ہیں۔

بوئے رمیدہ از پروفیسر جگن ناتھ آزاد، متوسط تقطیع، بہترین کاغذ اور کتابت وطباعت، مجلد مع خوبصورت گردپوش، صفحات ۲۴۰، قیمت ۱۲۰ روپے، پتہ: انجمن ترقی اردو ہند، اردو گھر، راؤز ایونیو، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲۔

اردو کے شاعر و ادیب اور محقق و نقاد کی حیثیت سے جناب جگن ناتھ آزاد کی شہرت چاردانگ عالم میں پہنچ گئی ہے لیکن ابتدا ان کی خوش فکری و خوش گوئی کا اصل ذریعۂ اظہار ان کی شاعری ہی تھی، زیر نظر کتاب ان کا ساتواں مجموعہ کلام ہے، اس لیے اس میں فن و فکر کی پختگی بھی ہفت اقلیم کی دولت کے مانند ہے، غزلوں، نظموں، رباعیوں اور قطعوں کی شکل میں دراصل انہوں نے ایک گلزار سجا دیا ہے، زیادہ تر غزلوں اور نظموں میں بادۂ دکن کی سرمستی شامل ہے، ان کی سرشاری میں بھاگیہ نگر کا

اشارہ صاف ظاہر ہے، ارض دکن کی ہواؤں کے کیف کو انہوں نے گلمرگ کی فردوس میں بھی یاد رکھا، بھوپال شہر اقبال رہ چکا ہے، اس لیے اس سے اقبال کے اس عاشق وشیدائی کی محبت طبعی ہے، اس کے باوجود وہ کہتے ہیں:

زندگی کچھ اس طرح تیری فضا میں کھو گئی حیدرآباد دکن کی یاد تازہ ہو گئی

شہر اور شہریارِ دکن کی توصیف میں جس کثرت سے اشعار ہیں اس سے بوئے رمیدہ کو بوئے دکن بھی کہا جا سکتا ہے۔

جدید اردو تنقید پر مغرب کے اثرات از جناب علی حماد عباسی متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ اور کتابت وطباعت، مجلد مع گردپوش، صفحات ۱۶۸، قیمت ۵۰ روپے، پتہ: نصرت پبلشرز، حیدری مارکیٹ، امین آباد، لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸

یہ کتاب پانچ تنقیدی تحریروں پر مشتمل ہے، تین مضامین میں محمد حسن عسکری، شمس الرحمن فاروقی اور وارث علوی کی تنقید کا تجزیہ کیا گیا ہے، شعر کی پرکھ کے علاوہ دوسرے مضمون کا عنوان کتاب کا بھی عنوان ہے، ان تمام مضامین میں قدر مشترک بے جا پیروی مغربی کی تنقید ہے، مولف نے شروع ہی میں لکھ دیا ہے کہ "اردو میں مغرب کی بھونڈی نقالی سے جو غلط رجحانات در آئے ہیں ان سے قاری کو آگاہ کرانا مقصد ہے"۔ ادبیات مغرب سے بخوبی واقف ہونے کی وجہ سے وہ اس عمل میں کامیاب بھی ہوئے ہیں، حالی سے علوی تک انہوں نے پیروی مغربی اور مغرب زدگی کا جائزہ لینے میں اسی جارحیت اور نشتریت کا سہارا لیا ہے جس کے لیے مارکس کی جدلیت سے متاثر بعض جدید نقاد معروف ہیں، ایک مضمون میں انہوں نے اسلامی ادب کے متعلق کو بعض فکر انگیز سوالات اٹھائے ہیں، تاہم ان کے اس قول سے کہ "میں اسلامی ادب کے تصور کو سرے سے موہوم

اور ناقابل عمل سمجھتا ہوں" اتفاق نہیں کیا جا سکتا، اگر ادب اور اسلام دونوں کا حقیقی مزاج و مقصد پیش نظر ہوتا تو غالباً اس قسم کے ادعائی جملوں سے وہ پرہیز کرتے، فاروقی کے ابہام کے سلسلہ میں ایک جگہ یہ لکھا کہ" فاروقی کے مطالعہ کے لیے ایک نہایت مخصوص ڈھب کا تربیت یافتہ اور قدر شناس مزاج ہونا چاہیے" لیکن خود انہوں نے اس 'نہایت مخصوص ڈھب' کو یوں ہی مبہم چھوڑ دیا اور اس کی کسی وضاحت کی ضرورت نہیں سمجھی۔ وارث علوی کے سلسلے میں انہوں نے چند اقتباسات پیش کر کے ذوق سلیم کا بہر حال ثبوت نہیں دیا۔

مولانا باقر آگاہ ویلوری کے ادبی نوادر

از جناب علیم صبا نویدی

متوسط تقطیع، کاغذ اور کتابت و طباعت عمدہ، مجلد مع گرد پوش، صفحات ۱۶۰ قیمت ۸۰ روپے، پتہ: تمل ناڈو اردو پبلی کیشنز ۲۶- امیر النساء بیگم اسٹریٹ ماؤنٹ روڈ مدراس ۶۰۰۰۰۲۔

اٹھارہویں صدی میں گنگا جمنا کا دوآبہ اگر اردو کے مشاہیر شعراء کی نغمہ سنجیوں سے گونج رہا تھا تو دکن کی سطح مرتفع سے ساحلی علاقوں تک جن شعراء کی حکمرانی تھی ان میں مولانا باقر آگاہ کا نام سر فہرست ہے، وہ میر و سودا کے ہم عصر ہی نہیں بلکہ ہمسر بھی سمجھے جاتے ہیں، تاہم اردو ادب کے تاریخ نگاروں نے ان کا ذکر ان کے شایان شان نہیں کیا، اس کی وجہ جنوب کے خزانوں کا پوشیدہ ہونا اور ان کا دسترس میں نہ آنا ہوگا، مگر اب اردو ادب میں جنوب کی خدمت اور سبقت کا اعتراف عام طور پر کیا جاتا ہے، زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، اس میں مولانا آگاہ کی شخصیت و سوانح کے علاوہ ان کے اشعار و مضامین کا ایک عمدہ انتخاب سلیقہ سے پیش کر دیا گیا ہے،

لائق مرتب کے قلم سے ایک اچھا مقدمہ بھی ہے، مگر اس میں بعض نقادوں سے اختلاف رائے کے اظہار میں خواہ مخواہ نامناسب لہجہ اختیار کیا گیا ہے۔

لفظوں کی پیاس

از جناب وصی سیتاپوری، متوسط تقطیع، کاغذ، کتابت، طباعت بہتر، مجلد مع گرد پوش، صفحات ۱۶۰، قیمت ۲۰ روپے، پتہ: وصی سیتاپوری، محلہ آزاد نگر، سیتاپور۔ یوپی۔

اس مجموعہ کلام سے شاعر کی فنی پختگی اور خوش گوئی کا اندازہ ہوتا ہے، غزل انکا خاص ذریعۂ اظہار ہے، پورا مجموعہ غزلوں پر مشتمل ہے، جن میں غم جاناں کے علاوہ غم دوراں کا اثر صاف محسوس ہوتا ہے۔

سوچتے ہیں لوگ سنگم پر کھڑے اب جدا گنگ و جمن کیسے کریں

حصہ آخر کی غزلوں میں ہندی کے نرم اور سبک الفاظ کے استعمال نے ایک خاص آہنگ اور رس پیدا کر دیا ہے، مالک رام مرحوم کا مقدمہ بھی پڑھنے کے لائق ہے جنہوں نے صاحب دیوان کو صحیح معنوں میں تلمیذ الرحمٰن قرار دیا ہے۔

ذیابیطس کا شافی علاج

از جناب حکیم شاہ نور فیصل جھوری، تقطیع، کاغذ کتابت و طباعت مناسب، مجلد مع گرد پوش، صفحات ۲۸۲ قیمت ۵۰ روپے، پتہ: مکتبۃ الفیصل، پرانا گنج (چھیپیان) رامپور، یوپی ۲۴۴۹۰۱

اس کتاب میں ذیابیطس کے مرض اس کی تاریخ، اقسام و علامات، غذا، دوا اور پرہیز کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس کے متعدد نسخے بھی درج کیے گئے ہیں لیکن دقیق الفاظ، ژولیدہ انداز اور بوجھل طبی اصطلاحات کی کثرت کی وجہ سے اس کا فائدہ بہت محدود ہو گیا ہے، ایک جھلک ملاحظہ ہو" ضفیرہ حلقومیہ عضلہ

قابعۂ سطحیہ کی بیرونی سطح پر بنتا ہے اس عصبی منفیرسے کے بنانے میں عصب راجع عصب لسانی صحق کی حلقومی کی شاخ اور اعصاب شرکی عنقی شامل ہوتے ہیں"۔ بجز چند اوراق کے باقی پوری کتاب علم طب کے منتہیوں ہی کے کام کی ہے۔

تجلیات از ڈاکٹر کے مدتا منظر، متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ اور کتابت وطباعت، صفحات ۲۲۴، قیمت ۶۰ روپے، پتہ: سری پربھو پرکاشن ۶۵۶ I اسٹیج، اندرانگر، بنگلور کرناٹک ۵۶۰۰۳۸۔

۷۵ غزلوں اور متعدد نظموں پر مشتمل یہ مجموعہ اشعار بلند پایہ اور پاکیزہ کلام کے علاوہ اس لحاظ سے بھی ممتاز اور قابل قدر ہے کہ شاعر کی مادری زبان کنڑ ہے، ان کی ڈاکٹری بھی ادب کی نہیں بلکہ طب جدید کی ہے، لیکن وہ کرناٹک میں اردو زبان کی مسیحائی میں مصروف ہیں۔ ان کے کلام میں خاص طور پر نعتیہ اشعار حد درجہ مصفی و مجلی ہیں جن سے 'تجلیات' کا نور سوا ہوگیا ہے۔

کتابیں ملیں

حلیہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم از جناب عبدالسلام مضطر منصوری، صفحات ۳۲، قیمت ۶ روپے، پتہ: مکتبہ الفیض، مدرسہ کرامتیہ دار الفیض، جلال پور فیض آباد۔ یوپی۔

احادیث کی روشنی میں آنحضورؐ کے حلیہ مبارک کا منظوم بیان ہے۔

شب آہنگ از پروفیسر غلام محمد شاد، صفحات ۶۴، قیمت ۲۵ روپے، پتہ: پراگاسن بک سنٹر، شہید سید قطب کالونی، بجبہارا، کشمیر۔

فارسی غزلوں اور نظموں کا مجموعہ ہے۔

ع۔ ص۔

تصنیفات علامہ شبلیؒ و علامہ سید سلیمان ندویؒ

علامہ شبلیؒ	قیمت	علامہ سید سلیمان ندویؒ	قیمت
سیرۃ النبیؐ اول	۶۵ — ..	سیرۃ النبیؐ سوم	۱۲۵ — ..
" دوم	۵۰ — ..	" چہارم	۱۲۵ — ..
الفاروق	۹۵ — ..	" پنجم	۶۰ — ..
المامون	۵۰ — ..	" ششم	۱۲۵ — ..
الکلام	۵۰ — ..	" ہفتم	۳۵ — ..
علم الکلام	۳۵ — ..	خطبات مدراس	۲۵ — ..
اسلام اور مستشرقین چہارم	۴۰ — ..	الرسالۃ المحمدیہ (ترجمہ خطبات مدراس عربی)	۴۰ — ..
شعر العجم اول	۴۰ — ..	رحمت عالم	۱۰ — ..
" دوم	۳۵ — ..	تاریخ ارض القرآن دوم	۳۰ — ..
" سوم	۲۵ — ..	عرب و ہند کے تعلقات	۷۵ — ..
" چہارم	۳۵ — ..	سیرت عائشہؓ	۴۰ — ..
" پنجم	۲۵ — ..	حیات شبلیؒ	۹۰ — ..
کلیات شبلی اردو	۲۵ — ..	یاد رفتگاں	۵۰ — ..
مکاتیب شبلی اول	۴۰ — ..	رسالہ اہلسنت والجماعت	۱۰ — ..
" " دوم	۳۰ — ..	اسلام اور مستشرقین پنجم	۲۵ — ..
مقالات شبلی (مکمل سیٹ)	۲۲۰ — ..	دروس الادب اول	۵ — ..
		دوم	۵ — ..
خطبات شبلی	۲۵ — ..	شذرات سلیمانی	۴۵ — ..
		برید فرنگ	۲۵ — ..
انتخابات شبلی	۲۵ — ..	نقوش سلیمانی	۶۰ — ..
		خیام	۶۵ — ..
....	....	مقالات سلیمان سوم	۴۵ — ..